تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

عید کی برکات

رمضان کی برکتوں کا کیا کہنا اور پھر آخر عشرہ کی راتوں کی قدر و قیمت کا تو کوئی حساب ہی نہیں لیکن انھیں رحمتوں کی وسعت بے کراں ملاحظہ ہو کہ عید کی رات کا شمار اجر و برکت کے لحاظ سے انھیں رمضان کی راتوں میں ہے جو اس رات کو جاگا اس نے گویا اخیر رمضان ہی کی ایک اور رات کو پایا' اور پھر یہ ارشاد بھی ایک سچے کی زبان سے ہو چکا ہے کہ عید کو تڑکے ہی سے فرشتے یہ صدا دینے لگتے ہیں کہ لوگو! نماز کو چلو اور عبادت کو آمادہ ہو' فرشتوں کی آواز بھلا ہمارے یہ مادی کان کیا سن سکتے ہیں' لیکن دل کے کان ہو نہ ہو اس آواز غیبی سے کچھ ربط ضرور رکھتے ہیں' جب ہی تو مشاہدہ ہے کہ نمازیوں کے پرے کے پرے عیدگاہ اور مسجدوں کو روانہ ہو رہے ہیں۔ جنھیں سال بھر بھی دو ٹکریں زمین پر لگانا نصیب نہیں ہوتیں وہ آج خوشی خوشی دوگانہ پڑھنے آرہے ہیں' اور بڑے بڑے نمبری بے غسلے آج بغیر کسی کے ٹھیلے اور ڈھکیلے خود ہی نہانے دھونے میں لگے ہیں۔

عید کا صدقہ کس مقدار میں ہو' یہ تفصیل کسی فقہ کی کتاب میں دیکھ لیجئے یا کسی پڑھے لکھے سے پوچھ لیجئے۔ بہر حال تاکید اس کی آئی ہے کہ اسے نماز سے قبل ہی ادا کر دیا جائے نہ ادا ہو تو خود رمضان کے روزوں کی مقبولیت ہی کے اڈھر میں پڑے رہ جانے کا خطرہ ہے۔ خالق تنہا اپنی عبادت سے راضی ہی کب ہوتا ہے جب تک مخلوق کے بھی حق ادا نہ کر لئے جائیں۔

عید کا دن احتساب کا دن ہے مہینہ بھر کے حساب کتاب کا دن ہے خوش نصیب ہے وہ جس کا کھانا آج نیکیوں اور طاعتوں سے لبریز نظر آئے۔ بس زبانوں پر حمد کے زمزمے اور ہونٹوں پر توحید کے نغمے! جی ہاں! اللہ کے ان بندوں کی شریعت کے مزاج ہی میں بانکپن ہی کچھ ایسا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

(از: نشریات ماجدی۔ دوم ص۳۰)

فی شمارہ ۶ روپے | سالانہ ۱۳۰/ روپے | ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۹ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372335
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

سرزمین راجستھان سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے

دو عظیم الشان ماہنامے

جامعۃ الہدایہ جے پور کے ترجمان

دعوت و اصلاح کے علمبردار، تعلیم و تربیت کے نقیب اور ارشاد و تزکیۂ نفس کے داعی

AL-HIDAYAH Monthly اور ہدایت

جن کا نصب العین ہے:
- شاندار ماضی سے واقفیت
- حال سے آگہی و ملت کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی
- روشن مستقبل کے تعمیر کی فکر

آیئے! اس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا گرانقدر تعاون دیجئے

شرح خریداری

ماہنامہ ہدایت AL-HIDAYAH Monthly

اندرونِ ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے	اندرونِ ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے
فی شمارہ: ۱۰ روپے	فی شمارہ: ۱۰ روپے
لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے	لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے

چیک یا ڈرافٹ پر صرف MOVEMENT COMMUNICATIONS PVT. LTD. لکھیں

1617, Khejre ka Rasta, Near Indira Bazar, Opp. Hidayat Masjid, Post Box : 35, Jaipur-302001 Phone No. (Office) 312386, 319935, Fax:0091-141-311247, E-mail:Jamea@datainfosys.net

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۴۲۹۴۶

کبدون

جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ

- پیلیا، جگر اور
- پتہ کے ورم، کمزوری، درد اور
- پتھری کا بے نظیر سیرپ

HASANI PHARMACY

Hazratganj, Road, Lucknow - 226018 Ph: 202677

چشمہ ساگر

AUTO REFRACTO METER

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۷ — شمارہ نمبر ۳

۱۰ دسمبر ۱۹۹۹ء — مطابق — یکم شعبان ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/- روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰/- روپے

فی شمارہ ——— ۶/- روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک — ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک — بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

درس حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی سوال کرنے والے کے سوال سے زیادہ باتیں بتا دیتے تھے

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ — ترجمہ: شمس الحق ندوی

کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرنے والے کے جواب میں سوال سے زیادہ باتیں بتا دیا کرتے تھے اور یہ آپؐ اس وقت کرتے جب محسوس فرماتے کہ سوال کرنے والے کو مزید باتیں بتانے کی ضرورت ہے وہ ان سے ناواقف ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت اور سیکھنے و سمجھنے والوں کے ساتھ بے پناہ رعایت و خیال کی وجہ سے تھا۔

حضرت امام مالکؒ نے "مؤطا" میں روایت فرمایا ہے، اور ابو داؤد نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص نے جو بنو مدلج سے تعلق رکھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم لوگ سمندری سفر کرتے ہیں اور ساتھ میں پینے کا پانی کم رکھتے ہیں، اب اگر اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اس میں کے مرے ہوئے (حلال) جانوروں کا کھانا بھی حلال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بنو مدلج کے اس شخص کو جو بحری سفر زیادہ کیا کرتا تھا، سمندر کے پانی سے وضو کا بھی حکم بتایا، اور جب آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ سمندر کی مردار چیزوں کے بارے میں شک و شبہ میں پڑے گا اور یہ ایسی چیز ہے کہ سمندری سفر میں اس کی ضرورت پڑتی ہے تو آپ نے جواب میں یہ بھی واضح فرما دیا کہ سمندری جانوروں میں سے جو حلال ہیں ان کا کھانا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے چنانچہ اس سے زائد بات بھی فرما دی کہ اس کا مردار بھی حلال ہے۔

جواب میں یہ اضافہ ضروری تھا اس لئے کہ اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ سمندر میں کوئی چیز مر جائے تو بھی سمندر کا پانی پاک رہے گا، ساتھ ہی اس حلال مردار کے کھانے کا حکم بھی بتا دیا کہ اس کا کھانا حلال ہے، اور اس کا جاننا ضروری ہے، اس لئے کہ مسافر کبھی ان چیزوں کے کھانے پر مجبور ہوتا ہے کبھی اختیاری طور پر اور کبھی مجبوراً کھانا پڑتا ہے، اس کو کھا بھی سکتا ہے اور مزید مدت کے لئے رکھ بھی سکتا ہے جیسی وہ ضرورت محسوس کرے اس کے عمل میں کوئی حرج نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا یہ انداز اچھی طرح تعلیم دینے کا لب لباب ہے جس کی متعلم کو ضرورت ہوتی ہے۔

امام مسلم نے کتاب الحج میں "باب صحۃ حج الصبی و اجر من حج بہ" اور ابو داؤد اور نسائی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "ایک عورت نے دوران حج اپنے بچے کو اٹھایا اور کہا اے اللہ کے رسول! کیا اس بچہ کا حج ہے، آپؐ نے فرمایا ہاں! اور ثواب تم کو ملے گا۔

سائل کا جواب دینے کے بعد کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کو ذہن میں اچھی طرح بٹھانے کے لئے سائل سے پھر پوچھتے کہ تم نے کیا سوال کیا تھا؟

کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرنے والے کے سوال کو پھر اس سے پوچھتے تھے کہ تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس سے سوال کر کے علم کو محکم فرماتے تھے، تاکہ اس کا علم بڑھے یا جو کچھ اس نے پوچھا ہے وہ اچھی طرح اس کے ذہن میں بیٹھ جائے، یا آپؐ مزید اس کی وضاحت فرما دیں، اس طرح کے اور بھی مصالح ہوتے تھے۔

امام مسلم اور نسائی نے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان یہ دونوں سب سے اچھے عمل ہیں۔

یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا اللہ کے رسول آپ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا گیا تو قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اور اس طرح قتل ہوئے کہ صبر و برداشت سے کام لیا، ثواب کی امید میں جہاد کیا، دشمن کی طرف برابر بڑھتے رہے میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اس نے کہا آپ یہ فرمائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو یہ قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جبکہ تم صبر سے کام لو اور صرف اللہ کی رضا و ثواب کے لئے لڑو، دشمن کی طرف بڑھتے جاؤ میدان چھوڑ کر بھاگو نہیں، ہاں اگر کسی کا قرض باقی ہے اور

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	دل میں کپٹ اور میٹھی باتیں (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	زمانہ کا حقیقی خلار	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۷
۴	عصری تحریکات	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۳
۵	اسلام اور علم	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۷
۶	میرکارواں (ایک مطالعہ)	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۰
۷	آپ کی کوشش	جناب حسین امین	۲۳
۸	یاد یار مہرباں	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۲۵
۹	شب قدر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۶
۱۰	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۷
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۸
۱۲	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر تکمین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O C I S., St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E) P·H·No: — 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

اداریہ

شمس الحق ندوی

دل میں کپٹ اور میٹھی باتیں

اس وقت ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں شاید ہی کسی دن اخبار خالی جاتا ہو جس میں ہم ڈکیتی و رہزنی کی خبریں نہ پڑھتے ہوں پھر اس سے ناگواری اور ڈاکوؤں پر لعنت ملامت کا اظہار نہ کرتے ہوں، یہ کیسی افسوسناک بات ہے کہ ایک شخص نے تنکے چن چن کر خون پسینہ ایک کرکے کمایا اور یک لخت آن کی آن میں کچھ درندہ صفت انسانوں نے اس کو تہی دست کردیا۔ بلکہ بسا اوقات جان بھی لے لی۔

ہمارا خیال ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد تھوڑی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے وہ لوگ جو معاشرہ میں بااثر ہیں، اور اپنے ماحول اور سوسائٹی کے لئے مثبت کردار ادا کرسکتے ہیں، ان کا رول کچھ اچھا نہیں۔ وہ اپنے اثر و رسوخ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، اور باور یہ کراتے ہیں کہ ان کی ساری تگ و دو عوام کو فائدہ پہونچانے کے لئے ہے، ان کے نظریات و منصوبے سراسر عوام کی فلاح و بہبود پر مبنی ہیں، بڑے خوبصورت کلام و خوش گفتار مگر اس کی تہ میں خود غرضی و مفاد پرستی کا دیو استبداد چھپا ہوتا ہے، جو عوام کو سبز باغ دکھاکر ان کا خون چوستا رہتا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے: السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذئاب ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔

ہم ذرا سنجیدگی کے ساتھ اپنے بگڑتے ہوئے سماج اور معاشرہ کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ پڑھے لکھے اور خوش پوشاک مہذب ڈاکوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس نے ہمارے معاشرے کو کرب و بے چینی میں مبتلا کر رکھا ہے، مگر ایسے لوگوں کو ہم ڈاکو نہیں تصور کرتے، یہ پڑھے لکھے ڈاکو اپنی ذہانت و ہوشیاری سے لوگوں کا خون چوستے رہتے ہیں، اور رہتے ہیں پارسا کے پارسا، یہ یا اس قسم کے دیگر لوگ اپنا حق لینے میں تو پیش پیش رہتے ہیں مگر دوسروں کا حق دینے میں بڑے لیت و لعل اور ہزار حیلے بہانے سے کام لیتے ہیں۔ صاحب حق تڑپ تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ اور آہ و کراہ بھی نہیں کرپاتا۔ ایسے لوگوں کی پکڑ قرآن کریم ہی کرسکتا ہے۔ جس کو خالق کائنات نے اتارا ہے۔ جو بندوں کے مزاج و طبیعت اور ذہنیات نفس سے خوب واقف ہے۔ قرآن ان مہذب ڈاکوؤں پر لعنت بھیجتا ہے اور ویل (بربادی ہو) جیسے سخت لفظ ان کے لئے استعمال کرتا ہے۔ پڑھئے قرآن کریم کیا کہتا ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے، جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

کیل اور وزن ناپ اور تول کا مفہوم عام طور پر لوگ یہی لیتے ہیں کہ ناپنے اور تولنے میں کمی کرنے والوں پر یہ لعنت بھیجی گئی ہے۔ حالانکہ آیت کا مفہوم ان تمام صورتوں پر حاوی ہے جن میں اپنا حق پورا پورا لیا جاتا ہو اور دوسروں کا حق مارا جاتا ہو۔

مثال کے طور پر کوئی شخص ملازم ہے تنخواہ تو پوری لیتا ہے۔ لیکن اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ اس کے برعکس ملازم سے کام تو پورا لیا جاتا ہے لیکن تنخواہ اس کے کام کے تناسب سے کم دی جاتی ہے۔ یا اس میں بلا کسی عذر کے تاخیر کی جاتی ہے۔ تو اس کا شمار بھی تطفیف ہی میں ہونا چاہئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل دے دو۔ مزدور سے مراد وہی نہیں جو بوجھ ڈھونے یا اینٹ گارے کا کام کرتا ہو بلکہ ہر وہ شخص اس زمرہ میں شامل ہے جس کے سپرد بالمعاوضہ کوئی بھی ذمہ داری کی گئی ہو۔ اسی طرح دو شخص شرکت میں کاروبار یا دوکانداری کرتے ہیں ایک دوسرے سے کچھ زیادہ لے لیتا ہے۔ یا اپنے لئے اچھے سامان کا انتخاب کرلیتا ہے، تو یہ بھی اسی قبیل میں شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے احیاء و نقوی کی تعلیم دی ہے۔ اور ہوشیار و متنبہ کرتا ہے، إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ (اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک (دوسرے پر (بوں ہی زیادتی کیا کرتے ہیں)

(سورہ ص ۲۴)

زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں جہاں باہم ایک دوسرے کے حقوق متعلق ہیں ان سب کو اسی پر قیاس کر لیجئے، اپنا حق پورا پورا لینا، دوسرے کے حق میں کمی و کوتاہی کرنا، بلکہ اکثر و بیشتر چالاکی و ہوشیاری سے دوسرے کا حق مار لینا اس جرم سے کم نہیں ہے جس کو ہم ڈکیتی و رہزنی سے تعبیر کرتے ہیں، اس وقت ہمارے معاشرے میں یہ مہذب ڈاکہ عام ہو گیا ہے۔ جس نے معاشرہ کے بے شمار افراد کو کرب و بے چینی میں مبتلا کر رکھا ہے مگر معاشرہ کی کمزوری پر ہمارے اخبارات و رسائل کبھی روشنی نہیں ڈالتے جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ہوشیاری و چالاکی سے سیدھے سادے یا مجبور انسانوں کا حق مار لینا یا حق سے زیادہ ان سے وصول کر لینا برا نہیں، ہاں یہی کام اگر بندوق کی نال اور چاقو و نیزہ کی نوک پر کیا جائے تو قابل ملامت ہو گا۔ جرم اور ڈاکہ کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کا دل ایسا بنایا ہے کہ اگر وہ دل سے خیر و شر اچھے اور برے کا فیصلہ لینا چاہے، تو قلب دو ٹوک فیصلہ دے دیتا ہے۔

اسی لئے انسان ذرا بھی غور کرے اور انصاف کی میزان میں اپنے اعمال کو تولے تو دل کا فیصلہ دو ٹوک ہو گا اسی لئے جرم کرنا گناہ و پاپ ہے، لیکن جرم کو جرم نہ سمجھنا مہا پاپ ہے۔ جرم کو جرم سمجھنے کی شکل میں تو کبھی نہ کبھی رجوع و ندامت توبہ و استغفار کی توفیق مل جائے گی، مگر جرم کو جرم نہ سمجھنے کی شکل میں یہ توفیق بھی نہ ملے گی۔ یوم حساب کو جب بندہ علیم و خبیر آقا کے سامنے کھڑا ہو گا تو ساری چالاکی بھول چکی ہو گی۔ اور نہایت حسرت و ندامت اور افسوس کے ساتھ کہے گا۔ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔ کاش میں نے اپنی زندگی کے لئے کوئی سامان پہلے سے کر لیا ہوتا۔

لہٰذا ہمیں خدا سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنے دائرۂ اختیار میں کسی بھی صاحب حق کا حق مارنے، یا اپنے پر واجب حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرنے سے بچنا چاہئے کہ یہ اس رہزنی اور ڈاکہ سے زیادہ خطرناک ہے جس کو ہم اپنے عرف میں ڈاکہ کہتے ہیں، آج ہمارے سماج و معاشرہ میں یہ بیماری عام ہو گئی ہے۔ اور اس میں خدا معاف کرے بہت سے وہ لوگ بھی مبتلا ہیں جو دیندار کہلاتے ہیں۔ اور پڑھے لکھے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، ہم جس عالم الغیب پر ایمان لائے ہیں وہ دل کے چوروں کو خوب جانتا ہے، اس سے چار سو بیسی نہ چل سکے گی۔ ہم کو یہ ہرگز نہ بھولنا چاہئے کہ ہمارا آج کا دن عمل کے لئے ہے اور کل کا دن حساب کے لئے۔

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، ظالم و مظلوم دونوں خدا کے روبرو ہوں گے اور ظالم خوف و شرم سے سر جھکائے ہوں گے اس رسوا کن دن کی ہیبتناکی کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور (تم تعجب کرو) جب دیکھو کہ گنہگار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے، وہ ہیبتناک دن ہو گا جب ہوشیاری و چالاکی کے پردے میں چھپے ہوئے ڈاکو اپنی اصل شکل میں سامنے آجائیں گے اور عذر و معذرت کا وقت ختم ہو چکا ہو گا لیڈری و با اختیار ہونے کی بساط لپٹ چکی ہو گی اور قرآن کی زبان میں کہا جائے گا۔ ذق انک انت العزیز الکریم۔ لاب مزہ چکھ تو بڑی عزت والا اور کشش والا ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جو خیر امت کہلاتے ہیں اپنی علمی عملی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داری کو ان مردان کار کی طرح ادا کرنے کی کوشش کریں، جن کے کارناموں اور انسانیت کو سنبھالا دینے والے مجاہدات و قربانیوں سے تاریخ اسلام پُر ہے۔

ضروری اعلان

عید الفطر کی تعطیل کی وجہ سے آئندہ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۹ء و ۱۰ جنوری ۲۰۰۰ء کا شمارہ نمبر ۵ و ۶ مشترکہ شائع ہو گا، جس کی قیمت ۱۲/- روپئے ہو گی، نیز خطوط کا جواب اور دیگر دفتری کارروائیاں تعطیل کی وجہ سے تاخیر سے ہوں گی۔

(ادارہ)

نئے سال کا نیا تحفہ

خطباتِ مفکرِ اسلام

(حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ)

(جلد اول)

مرتب: محمد کاظم ندوی

قیمت: Rs: 120/=

اپنے کسی قریبی کتب فروش سے طلب کریں یا مبلغ ایک سو روپئے بھیج کر ادارہ کے ڈاک صرفہ پر رجسٹرڈ طلب کریں۔

پتہ

مکتبہ ایوب کاکوری لکھنؤ نمبر ۲۲۷۱۰۷

زمانہ کا حقیقی خلا

تقریر: حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ——— ترجمہ: مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی

یہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی وہ اہم اور تاریخی تقریر ہے جو انھوں نے جامعۃ الامارات العربیہ العین میں منتخب دانشوروں، ممتاز فضلاء مسلمان عرب نوجوانوں اور طلبہ و طالبات کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں ۱۵ ظفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۸۳ء کو فرمائی جس میں حضرت مولانا نے امت کی ذمہ داریوں، اس کے مقصد حیات، اور عام انسانی مسائل پر زمان و مکان سے بلند ہو کر موقع و حاضرین کی مناسبت سے پوری طاقت و قوت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے ہم اس اہم تقریر کو ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین۔

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق پر شکر ادا کرتا ہوں جس نے ایسے منتخب دانشوروں ممتاز فضلاء، مسلمان عرب نوجوانوں اور جزیرہ کے باشندوں اور ہونہار دوستوں سے ملاقات کا موقع عنایت فرمایا، جو ابدی عزت و شرافت کے وارث و امین ہیں اور جن سے مستقبل میں امیدیں وابستہ ہیں۔

میرے بھائیو! آجکل پڑھے لکھے دل سوز انسانی مشکلات اور اسلامی مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں نے ان مشکلات اور مسائل پر کثرت سے اظہار خیال شروع کر دیا۔ یہی ان کی بحث و مباحثہ کا موضوع بلکہ زمانہ کا فیشن بن گیا ہے ان میں سے بہت سے اقتصادی مسئلہ کو اٹھاتے ہیں اور اس کو موضوع گفتگو بناتے ہیں بعض قیادت کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اور اس کو اصل ٹھہراتے ہیں کچھ سیاسی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہیں، بات یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ مزدوری کا مسئلہ، کارخانوں میں کام کرنے والے ملازمین کا مسئلہ کاریگروں کا مسئلہ غرضیکہ مسائل کا ایک انبار ہے، لیکن سارے مسائل ذہنی ہیں اور طفیلی ہیں یا وہمی اور خیالی حقیقی مسئلہ پوری انسانی برادری کا عالمی مسئلہ ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! قوم اور ملت کی سطح پر صالح نمونہ کے وجود کا مسئلہ ہے، میرا رائے سخن افراد کے مسئلہ کی طرف نہیں، افراد تو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ کوئی زمانہ ان سے خالی نہیں، لیکن تنہا افراد انقلاب نہیں لا سکتے، زمانہ کا رخ نہیں بدل سکتے، مسئلہ اس وقت اس کامل زندہ مثالی نمونہ کا ہے۔ جو قوموں کی سطح پر وجود میں آئے، آج تمام قومیں اور ملتیں بھیڑ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح ہو گئی ہیں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

چھٹی صدی مسیحی انسانی دنیا کی تاریک ترین صدی ہے جس میں نہ انسانیت نہ زندگی کی رمق تھی۔ نہ ضمیر کی کسک، نہ دین کا خیال تھا، نہ اخلاقی حس۔ نہ آسمانی ہی کوئی کتاب محفوظ تھی، نہ محفوظ اور صادق دین کی رہنمائی، پورا عالم ایک لاشۂ بے جان، ایک جسم بے روح کی طرح تھا، نور کی کوئی کرن نہیں، انسانیت کے قلب میں کوئی درد نہیں تھا۔ غرضیکہ لوگ تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس جزیرہ پر جس پر ہم اور آپ مل رہے ہیں، جو ہم کو اور سارے مسلمانوں کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت ایک نبی کی بعثت تھی، لیکن وہ منسلک تھی ایک پوری امت کی بعثت کے ساتھ اس کا ادراک بہت سے لوگ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایسی صفات بیان کی ہیں، جو کسی مبعوث پر ہی منطبق ہو سکتی ہیں، جو مامور من اللہ ہو۔

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" (آل عمران)

تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو، تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ہم نے ایسا مابہ الامتیاز وصف نہیں دیکھا جو دو امتوں اور دو قوموں میں لکیر کھینچ دے ایسی امت جو مامور من اللہ ہو جس کو ایک ایسی ذمہ داری سونپی گئی ہو جس سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری نبوت کے علاوہ نہیں ہو سکتی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، بعثت مقرونہ تھی، وہ ایک امت کی بعثت سے وابستہ تھی،

یہی وہ چیز ہے جو انسانیت کے انجام پر اثر انداز ہوئی۔ مذاہب کی تاریخ، قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ اور نظریات و مقاصد کی تاریخ میں یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ ہوسکتا ہے قرآن و حدیث کے ماہرین کو اس تعبیر میں انوکھا پن محسوس ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں جدت اور حد سے تجاوز سمجھیں۔ لیکن اس موقعہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام استشہاد میں پیش کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

بُعثتم مُیسّرین ولم تُبعثوا معسّرین
(تم آسانی پیدا کرنے کیلئے مبعوث ہوئے ہو دشواریاں پیدا کرنے کے لئے نہیں۔)

آپ نے بعثت کا لفظ اختیار کیا۔ اور اس سے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کیا۔ یہ ان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے تھا جو پھیلا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے جو مامور ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے اس احساس نے صحابہ کرامؓ اور ان کے پیروکاروں کو ایک ہمیز دیا ان کا ہر فرد اگرچہ مرتبہ و مقام کے اس درجہ کو نہ پہونچے۔ اور ثقافت اور تہذیب کے اس معیار پر نہ اترے مگر اس کو یہ احساس رہتا تھا کہ وہ بھیجا ہوا ہے۔ (مبعوث ہے) اس سے خدا کے سامنے سوال ہوگا، کہ تمہاری موجودگی میں اور تمہارے رہتے ہوئے انسانوں اور قوموں کا یہ انجام کیوں ہوا۔

ایران کے سپہ سالار اعظم رستم نے حضرت ربعیؓ بن عامرؓ سے جب اسلامی فوج جو عربوں پر مشتمل تھی ایران پر آئی۔ پوچھا، تم کو یہاں کیا چیز لائی ہے، کس چیز نے تم کو جزیرۃ العرب سے نکلنے پر مجبور کیا؟ انھوں نے اس کے جواب میں وہ زلزلہ خیز واثر انگیز اور تاریخی جملہ کہا۔ جس کی نظیر حکومتوں اور سربراہوں کے قاصدوں اور سفراؤں کی زبان سے ادا کئے ہوئے جملوں میں نہیں ملتی۔ انھوں نے کہا کہ "ہم کو کوئی چیز نے کر نہیں آئی ہے۔ ہم اپنے لئے نہیں نکلتے ہیں" تاریخ ایک ریکارڈ ہے خاص طور سے عربی تاریخ، کیوں کہ عرب تاریخ میں بڑے امانتدار ثابت ہوئے ہیں، جو تاریخ عربوں نے ریکارڈ کی ہے وہ اپنی باریک بینی اور امانت میں ممتاز ہے، تاریخ نے یہ کلمات نوٹ کر لئے ہیں، یہ شہ پارے محفوظ کر لئے ہیں جو آج بھی میرے کان سن رہے ہیں

اللّٰہُ ابتعثنا (اللہ نے ہم کو بھیجا ہے)

میرے بھائیو! ذرا اس اعتماد کو دیکھو جو اس اعرابی کی رگ رگ میں سما گیا تھا۔ کس بلندی سے وہ بات کر رہا ہے، احساس کمتری کی کوئی قسم اس کے قریب پھٹکتی نہیں ہے۔

رستم سپہ سالار ایران شاہانہ تزک و احتشام اور اپنی شوکت و سطوت کے ساتھ جلوہ آرائے مسند ہے، ایک دیہاتی اگر اپنے معمولی گھوڑے سے اترتا ہے اور اس کے کمخواب اور ریشم و دیبا کے فرش و زروش کو روندتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے، وہاں کی ٹیپ ٹاپ نے اس کو ذرا بھی مرعوب نہیں کیا جب رستم نے اس سے کہا ہم کو کیا چیز یہاں لائی، اس کے سو جواب ہوسکتے تھے، کم از کم یہ تو ممکن تھا کہ کہتے نقد و فاقہ ہم کو یہاں لایا ہے، یا ذرا آگے بڑھ کر کہتے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارنے کے شوق میں نکلے جو ایران میں پائی جاتی ہے، یا قبائل کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر یہ اقدام کیا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں بلکہ بڑے اطمینان اور قلبی سکون کے ساتھ انھوں نے (ایمان ان کی زبان سے بول رہا تھا۔ بلکہ امنڈ رہا تھا اور بہہ رہا تھا) کچھ نہیں! ان میں سے کوئی چیز ہم کو لے کر نہیں آئی ہے، صرف اللہ نے ہم کو بھیجا ہے، چھٹی صدی مسیحی کے اسلامی پیغام کے اولین حاملین کے اعتماد کا یہی حال تھا۔

رستم اس بات کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میرے بھائیو! میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ رستم کو اس کی ہرگز توقع نہیں تھی، خواب میں بھی اسکو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ایک دیہاتی جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھا جس کو ایرانی نہایت حقارت آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ ایرانی کون تھے۔ اگر ان میں سے کوئی پٹکا لگاتا اور اس کی قیمت ایک لاکھ سے کم ہوتی تو وہ نگاہوں میں جچتا نہیں تھا بلکہ لوگ اس کو حقیر جانتے تھے۔ اور ٹوپی ایک لاکھ سے کم ہوتی تو لوگ اس کو گھٹیا تصور کرتے تھے، وہ بڑوں کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتا تھا، یہ بدوی جس کا لباس مکمل نہ تھا، ہوسکتا ہے اس نے کانٹے سے اپنا لباس باندھ رکھا ہو۔ وہ کہتا ہے "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے"۔ یہ کلمہ کیا ہے، اس کا جلال ہے، ایک رعب ہے، جس کی گونج دلوں میں ہوگی۔ جس کا ریکارڈ تاریخ میں ہے، اس نے جواب دیا، نہیں! "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے" تاکہ ہم نکالیں" عقیدۂ توحید سے سرشار، ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال اس اعرابی نے نہایت دقیقہ رسی سے کلام کیا، کیونکہ وہ ایک دین کی اور عقیدہ توحید کی آخری آسمانی پیغام کی نمائندگی کر رہا تھا، اس نے کہا کہ ہم خود نہیں آئے ہیں ہم کو اللہ نے بھیجا ہے یہ بات صرف ایک موحد اور ایک صاحب ایمان ہی کہہ سکتا تھا۔ کہ اگر نکلنا ہی ہوتا تو ہم کب کے نکل چکے ہوتے، مقدر کی بات ہے کہ حکیم ہم کو اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملا اسی لئے انھوں نے کہا "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے"۔

ہر ہر کلمہ نہایت دقیق اور نپا تلا ہے، جیسے کہ شود دفعہ اس پر غور کیا گیا ہو، ماہرین قانون کی دقیق دفعات سے زیادہ عمیق اور دقیق، لیکن یہ سب

ؓ حضرت ربعی بن عامرؓ صحابی تھے، اور عرب کے ایک شریف اور ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

دفعتاً ہوگیا، ایمان کی زبان سے بول رہا تھا، انھوں نے کہا اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں۔ اس جملہ سے انھوں نے صاف اشارہ کر دیا۔ کہ تم نے اللہ کے بندوں کو اپنی بندگی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے جو ایران کے طرز حکومت و معاشرت اور کسریٰ اور قیصر کے طرز عمل سے دنیا کو معلوم تھا۔ اور اس شاہانہ نشست اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔

حضرت ربعی بن عامرؓ نے یہ بات واضح کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے بھیجا ہے تاکہ ہم کو لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں، ان جملوں کو سوچ سوچ کر میں عالم حیرت میں کھو جاتا ہوں اگر وہ کہتے کہ دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں لائیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہ تھی، اگر آخرت کی وسعت کہتے تو بالکل حیرت نہ ہوتی، لیکن انھوں نے تو کہا، دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں لائیں۔ تم پنجڑے میں زندگی گزار رہے ہو، تمہاری زندگی ان خوبصورت پرندوں کی طرح ہے، جن کو پنجڑے میں قید کر دیا گیا ہو۔ پنجڑا سونے کا ہو، اس کی سیلیاں سونے کی ہوں۔ اور جن برتنوں میں ان کو کھانے پینے کو دیا جاتا ہے وہ بھی سونے کے ہوں۔ لیکن بہر حال پنجڑا پنجڑا ہی ہے۔ تو ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر جس کو تم نے اپنی کم علمی، وحی الٰہی سے محرومی، بلند اغراض، پاکیزہ جذبات اور اس اعلیٰ مقام انسانیت (جس سے اللہ نے تم کو عزت بخشی ہے) ناآشنائی کی وجہ سے وسعت تصور کر رکھا ہے۔ اس کی تنگی کو اپنی عبادت مذاہب سے ناواقفیت، اور انسانیت کی حقیقت ناشناسی سے تم نے وسعت سمجھ رکھا ہے، ہم تم کو اسی تنگ و تاریک زندگی سے نکالنے کیلئے آئے ہیں۔ تمہارے سینے تنگ ہیں، تمہارے دل تاریک ہیں، تمہاری آنکھیں بند ہیں، تمہاری سانسیں رک چکی ہیں، تم کو آزادی کا شعور نہیں تم حریت آشنا نہیں، روحانی لذت سے واقف نہیں، اور انسانی رفعت، روحانی پرواز، آسمانی بلندی سے آگاہ نہیں۔ اسی تنگی سے تم کو چھٹکارا دلانے کے لئے جس میں تم صدیوں سے گرفتار ہو۔ ہم آئے ہیں اسی دنیا کی وسعتوں میں تم کو لانے کے لئے، انھوں نے اس انداز سے یہ بات کہی جیسے کہ ان کو پورا یقین تھا۔ کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی جو ان کے ہمراہ آئے ہیں فراخی۔ اور کشادگی و وسعت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

بھائیو! وہ وسعت والی زندگی کیا تھی جس پر ان کو ناز تھا۔ کیا وہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ تو سخت تنگ دستی اور اقتصادی بدحالی کا شکار تھے۔ نہ غذا کی، نہ سامان کی فراوانی، نہ مکانات و رہائش کی آسانی تھی۔ خیموں کی زندگی تھی اور صحرا نوردی، لیکن ہاں! ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال۔ اور یقین کی لذت سے سرشار تھے۔ اسی لئے ان کی زبان کھلی تو یہ لازوال الفاظ اور جملے نکلے،

اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ جس کو وہ چاہے بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں پہونچائیں اور مذاہب و ادیان کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلام کے عدل و انصاف کے سایہ میں لائیں۔

اس امت کا بھیجا جانا جو اپنے ایمان میں نرالی، اپنے اعتماد میں مثالی، اپنی سیرت و کردار میں بے نظیر، انسانیت پر بے رحم و کرم کرنے میں انوکھی، اپنی سادگی و بدکاری میں ضرب المثل، اور انسانی ہمدردی و غمخواری اور جن تکلیف دہ حالات سے انسانیت دوچار ہے اس پر بے قراری و بے چینی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ایک نیا تجربہ تھا، یہ بھیجا جانا (بعثت) اجتماعی بعثت تھی، قومی بعثت تھی۔ اس لئے پورا عرب اس بڑی میں پروگیا۔ اور وہ سب کے سب پیغام آسمانی کے حامل، رہنما و رہبر اور منارہ نور بن گئے ماسی نے تاریخ کو نیا رخ دیا، کیوں کہ چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی اس سے کہیں آگے جا چکی تھیں کہ چند صالح افراد اس میں اثر انداز ہوسکیں، قرآن کی شہادت موجود ہے، کہ وہ یہود جو قرآن کے نزدیک اور قرآن کے نازل کرنے والے کی نظر میں مبغوض ترین قوم تھے۔ ان میں نیک اور صالح افراد پائے جاتے تھے، قرآن فرما رہا ہے۔

لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (آل عمران)

ترجمہ:- سب یکساں نہیں (انھیں) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے یہ لوگ اللہ کی آیتوں کو اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں، اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

قرآن گواہی دے رہا ہے کہ یہودی معاشرہ نیک اور صالح افراد سے خالی نہ تھا۔ لیکن انسانی سوسائٹی پر ان کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اور نہ انسانیت کے انجام پر وہ اثر انداز تھے، اس لئے کہ وہ گنے چنے

افراد تھے۔ ایک پوری قوم کی جو عقیدہ کی پختگی ایمان و یقین کی حلاوت، اخلاق و کردار کی بلندی ایثار و قربانی کے جذبہ، شہ سواری و سپہ گری کے حوصلے اور سنجیدگی و متانت کے اس معیار پر ہو تب ہی وہ ایسا عظیم اور غیر معمولی انقلاب برپا کر سکتی ہے، جس کا انسانی تاریخ نے مشاہدہ کیا۔

میرے بھائیو! یہی راز ہے، درحقیقت اصل جو دشواری ہے، جو سب سے بڑا خلا ہے وہ کسی ایسی قوم کا موجود نہ ہونا ہے جو تمام قوموں کیلئے مثالی ہو، قومیں افراد کو خاطر میں نہیں لاتیں، یہ ایک حقیقت ہے اور خاص طور سے موجودہ دور کی جن کے ہاتھ میں زمام قیادت ہے، وہ چند افراد کے صلاح و تقویٰ کو نہیں دیکھتیں کیوں کہ چند افراد تو ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ عربوں میں بھی ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں لیکن یہ قومیں افراد کو نہیں دیکھتیں، ان کی نظریں منتظر ہیں ایسی قوموں کی یا ایسی قوم کی جو انسانیت کی قیادت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ جو دوسری قوموں سے عقیدہ کی صلابت میں، ایثار و قربانی کے جذبہ میں سادگی اور مجاہدہ میں، خواہشات نفس سے بلند ہو کر اور انانیت سے بالاتر ہو کر زندگی گزارنے میں ممتاز نظر آئے اور اس کو اس چیز میں کوئی کشش اور جاذبیت محسوس نہ ہو جس میں دوسری قوموں کو محسوس ہوتی ہے، چاہے وہ قومیں سیادت و قیادت، تہذیب و ثقافت علوم و فنون اور فلسفہ و حکمت کے بام عروج پر کیوں نہ پہنچ جائیں۔ تمام یورپی قومیں بلکہ پوری انسانی دنیا ذرا بھی ماننے کو تیار نہیں اور سر اٹھا کر کسی ایسی قوم کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں جو ان قوموں کے مقابلہ میں شان امتیازی نہیں رکھتی، کیوں کہ ان کے مقابلہ میں ان کو دنیا کم ملی ہے

اگر یہ بھی اس دنیا کے پیچھے لگے اور انھیں خواہشات کے چکر میں پڑ گئے۔ اور اسی طرح عیش کوشی اور لذت پسندی کا شکار ہو گئے جس کی یورپ میں پوجا ہو رہی ہے تو میرے بھائیوں آپ یقین کیجئے کہ ہمارے مسلمان بھائی ان سے کئی گنا بڑھ جائیں۔

ان تمام وسائل عیش و عشرت میں مال و دولت کی فراوانی میں وسیع و عریض حکومتوں میں، اور علوم و فنون کی ترقی میں تو معاصر دنیا مسلمانوں کو اور عربوں کو خاطر میں لانے والی نہیں ہے۔ اسی لئے کہ وہ سمجھ رہے ہیں بلکہ ان کو ناز و غرور ہے کہ وہ دنیا کے پیشوا ہیں، تہذیب و تمدن کے امام ہیں۔ تمام قومیں ان کے دسترخوان کی ژلہ ربا اور ان کی خوشہ چیں ہیں، کوئی بڑے سے بڑا آدمی امریکا یا یورپ، متمدن سے متمدن شہر میں چلا جائے۔ دولت کے انبار لگا لے۔ اونچی اونچی بلڈنگیں اٹھا لے، ایک خیالی دنیا بسا لے۔ اور ایسی داد و عیش دے کہ داستان الف لیلیٰ کی یاد تازہ ہو جائے، تو بھی کوئی یورپین میں سر اٹھا کر دیکھنے کو اور نہ کسی طرح کا احترام دینے کو تیار ہوگا۔ اور نہ جیسی سائی کے لئے آمادہ ہوگا۔

اسی کے برخلاف اگر وہ کسی ایسے شخص کو پالے جو اگرچہ فقیر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان تمام خواہشات سے بلند و بالاتر ہو جن کی یورپین اقوام پرستش میں مبتلا ہیں۔ وہ دیکھیں کہ چمک دمک اس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتی، یہ صنعت و حرفت کا رعب اور اس کی رعنائی اس کو مرعوب نہیں کرتی۔ یہ تہذیب تمدن کی ٹیپ ٹاپ اس کو لبھا نہیں سکتی، بلکہ وہ اس بحر متلاطم میں کوہ گراں کی طرح ثابت قدم ہے۔ وہ سمندر کی تاریکیوں میں منارۂ نور ہے اس تہذیب کی اس کو ذرہ برابر پرواہ نہیں بلکہ وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے، اور پھینی ہوئی گٹھلی کی طرح اس کو حقیر سمجھ کر پھینک دیتا ہے اور صاف صاف کہہ دیتا ہے، وہ ایک قاصد اور حامل پیغام ہے۔ وہ انسانیت کا نجات دہندہ ہے، سارا عالم جل رہا ہے وہ آگ بجھانے والا، اور ان کا مددگار ہے، ساری دنیا امراض کا شکار ہے، وہ طبی کیمپ لے کر آیا ہے، یہی وہ اعتماد اور یقین ہے، جو ایک یورپین، ایک ہندو، ایک چینی ایک جاپانی کو مجبور کر دے گی۔ کہ سو دفعہ غور کریں کہ اسلام میں ایسی نسل اور ایسی قوم پیدا کرنے کی پوری قدرت اور صلاحیت ہے۔

جہاں تک مال و دولت کا تعلق ہے اس سے موازنہ ہوتا ہے۔ حساب لگایا جاتا ہے کل کلیٹ کیا جاتا ہے کوئی ملینر ہے تو کوئی نہیں، ایک لکھ پتی ہے تو دوسرا نہیں، اور کوئی اس سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ یہ چیز کسی انسان کو اس دنیا میں اس شخص کے احترام اور عزت پر آمادہ نہیں کر سکتی جس کے پاس عیش و عشرت کے سارے وسائل موجود ہوں۔

جس خلا کو ساتویں صدی مسیحی میں امت اسلامیہ نے پُر کیا تھا۔ وہ عالمی قیادت کا خلا تھا جس کو پوری صلاحیت اور قدرت کے ساتھ اس نے پُر کیا، یہ پوری امت کی بعثت کا کرشمہ ہے۔ جس کا ایک ایک فرد منارۂ نور، حامل ایمان و یقین تھا جس نے ظلمتوں میں اپنی راہ پیدا کی۔

حضرت عقبہ بن نافعؒ نے فرمایا تھا کہ یہ سمندر حائل نہ ہوا ہوتا تو میں برابر چلتا چلا جاتا یہاں تک کہ آخری کنارہ تک اسلام کا پیغام پہونچا دیتا۔ اسی طرح وہ اعتماد و یقین کی دولت سے مالا مال تھے۔ مسلمانوں کا ایمان تھا کہ ان کو بھیجا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے مامور ہیں ان میں سے ہر فرد ذمہ داری کا پورا احساس رکھتا تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کے حوالہ ایک قیمتی امانت کی گئی ہے، انسانی

انجام کی امانت، جس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔ اسی نے اسلامی عربی امت کا مقام متعین کیا، اس کا کام اور میدان متعین کیا، اور دین و ملت کی اقتصادی و سیاسی معرکہ آرائی میں اس کے قائدانہ کردار کی نشاندہی کی۔

غرض کہ اس وقت ہم کو ایک اجتماعی صالح نمونہ پیش کرنے کی قوموں اور ملتوں کی سطح پر ضرورت ہے۔

آج زمانہ لہو و لعب اور ذلت و رسوائی سے عبارت ہے۔ اور اسی طرح کی خبریں شائع ہوتی ہیں، رسوا کن یا پھر پریشان کن، اگر آپ ایسی خبریں تلاش کرنے لگیں جو رسوائیوں اور پریشانیوں سے تعلق نہ رکھتی ہوں تو آپ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے۔ یہ بات اس لئے پیش آئی کہ ہم مقصدیت سے رشتہ توڑ کر لہو و لعب کا شکار ہو گئے، رسوائی قبول کر لی ایمان صحیح اور اعتماد و یقین سے بیگانہ ہو گئے۔ وہ اعتماد جس سے ہر مسلمان کو لیس ہونا چاہئے، کیوں کہ جس مدد کی موجودہ دنیا کو سخت ضرورت ہے اور دنیا جس کی بار بار دہائی دے رہی ہے امت اسلام کو پکار پکار کر مدد کے لئے بلا رہی ہے، وہ یہی ایمان و یقین ہے۔

پورا یورپ اس کینسر کی طرح ہو چکا ہے جو ہانپتا رہتا ہے، مارو اور دوڑاؤ تو بھی ہانپے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپے، اور یورپین تمدن اس جگالی کرنے والے اونٹ کی طرح ہے جو برابر جگالی میں لگا رہتا ہے، یورپین تمدن اپنی افادیت کھو چکا ہے اس کے پاس کوئی نئی اور مفید چیز باقی نہیں رہ گئی ہے، یورپ کے دانشور سترھویں، اٹھارہویں، انیسویں صدیوں میں جدت پیدا کرنے سے ہار چکے ہیں، وہ ایک ہی چیز دہرائے چلے جا رہے ہیں، لے دے کے ان کے دو کام رہ گئے ہیں۔ غلام بنانا، بے جا دباؤ ڈالنا، رسوا کرنا۔ مسائل کھڑے کرنا، وہ بامقصد اور مفید کام کی صلاحیت کھو چکے ہیں، وہ دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ نہ ان کے یہاں جدت ہے نہ نافعیت، ایمان میں تو پہلے سے دیوالیہ تھے۔ انسانیت کی چارہ سازی، انسانی ترقی اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں بھی وہ دیوالیہ ہو چکے، ایسا دیوالیہ پن جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس وقت صرف ایک خلا ہے، میں کسی دوسرے خلا کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں، عالمی تمدن اور انسانی انجام کار کے نقشہ میں صرف ایک خلا ہے وہ ایک ایسی امت کا خلا ہے جو حامل پیغام ہو، سیرت و کردار کی آئینہ دار ہو۔ اخلاق و عادات کی بلندیوں پر فائز ایمان و یقین سے سرشار ہو، سنجیدہ ہو اور عزم و حوصلہ والی ہو۔ ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتی ہو۔ روحانی بالیدگی سے ہمکنار اور سپہ گری سے متصف ہو۔

انسانی دنیا کے نقشہ میں یہی تنہا ایک خلا ہے جس کو ایک مسلمان ہی پُر کر سکتا ہے، جس کو ایک مسلمان قوم ہی پُر کر سکتی ہے کیونکہ وہ ساتویں صدی عیسوی سے اخیر تک قیادت کے فرائض انجام دیتی رہی ہے۔ اگر آج بھی اپنی قیمت جان لے اس کو اپنے پیغام کی عظمت و جلال کا احساس ہو جائے اور اپنے قوت کے سرچشموں سے اس کو آگاہی حاصل ہو جائے تو انسانیت کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہے گی لیکن ہم خود لہو و لعب کا شکار اور غفلت شعار ہو چکے ہیں، میں معافی چاہتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں (اگرچہ میری پیدائش اور میرا نشو و نما ہندوستان میں ہوا) لیکن میری رگوں میں عربی خون خود بخود دوڑ رہا ہے میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، میرا نسب نامہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اگر آپ کچھ کہا سنا تو ایک بھائی کے ناطہ سے جو آپ کا دینی بھائی بھی ہے اور نسبی بھائی بھی جس سے ادب کا رشتہ بھی ہے تو میرے بھائیو! آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔

یہ اسلامی عربی امت کب اپنے پیروں پر کھڑی ہوگی۔ اور کب از سر نو پیغام انسانی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگی۔ زمانہ پلٹ کر پھر وہیں جا پہونچا جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ آج پھر جاہلیت کا دور دورہ ہے، ایک عالمی جاہلیت، ایک یورپی جاہلیت، امریکی روسی جاہلیت لیکن جاہلیت جاہلیت ہے۔ صرف ایک روشنی ہے، وہ اسلام کا نور ہے، وہ نور آج بھی قرآن مجید کے واسطہ سے عربوں کے پاس قرآن کے صفحات میں اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، ہم ہندوستان والے، برصغیر کے رہنے والے جزیرۃ العرب کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، ایک تو امامت کی حیثیت سے ایک حامل پیغام امت کی حیثیت سے بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے کہ ہم کو ایک تجربہ ہوا جو نہ ہمارے حسب حال تھا، اور نہ آپ کے شایان شان ہمارے بہت سے بھائی آپ کے دریوزہ گر ہیں آپ کے خوان نعمت کے خوشہ چیں ہیں، لیکن حقیقی خوشہ چینی اور دریوزہ گری قرآن و ایمان کے دسترخوان اور اس کی نعمت ہائے لازوال ہے۔

ہم اپنے ہندوستانی اور پاکستانی بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم جو دولت اپنے عرب بھائیوں سے پٹرول کی شکل میں حاصل کر رہے ہیں یہ اصل دولت نہیں ہے بلکہ اصل وہ نور ہے جو مکہ مدینہ میں چمکا وہی عربوں کی اصل دولت ہے۔ اس میں ہمارا حصہ ہونا چاہئے۔ میں اپنے نوجوانوں سے بہت پر امید ہوں کہ وہ اپنے کو اس بلند منصب کے لئے تیار کریں گے۔ قیادت و رہنمائی کے منصب کے لئے اور ان تہذیب یافتہ لوگوں کے لئے ایسا ایمانی و

قابل تقلید نمونہ پیش کریں گے جو تہذیب و تمدن اور ترقی پسندی و پیش قدمی کے دعویدار ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے دورہ میں یونیورسٹیوں کے بڑے اساتذہ سے یہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ کہ ہم نے اپنے عرب مسلمان نوجوانوں میں شانِ امتیازی نہیں دیکھی۔ دوسروں کے رنگ میں رنگے ہوئے اور انھیں سے سانچہ میں ڈھلے ہوئے نظر آئے، ہم جزیرۃ العرب میں رہیں تو نمونہ بن کر رہیں، اور جب امریکہ اور جاپان جائیں یا کسی بھی ملک میں جائیں تو وہاں بھی قابل تقلید نمونہ بن کر رہیں مسلمان تو ایک نور ہے اور نور چھپ نہیں سکتا۔

یہ ایک امانت ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا۔ میرے دوستوں اور بھائیوں کے طرف سے یہ پیغام نہیں ہے بلکہ یہ انسانیت کا پیغام ہے اگرچہ میں بہت چھوٹا ہوں لیکن میں انسانیت کا نمائندہ ہوں۔

میرے کان، دلوں کی دھڑکنیں، ضمیر انسانی کی آواز اندرون کی سرگوشیاں سن رہے ہیں میں یہاں کہہ رہا ہوں، لیکن دنیا کے آخری حصہ میں امریکہ اور یورپ والوں کے جذبات و خیالات میرے کان سے ٹکرا رہے ہیں، آپ بھی ان کو سن کر محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر زندہ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کریں۔

میں اپنی بات اپنے نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو نیار کرو اپنی بیٹری ایمانیات سے چارج کرو، سنجیدگی و متانت، پختگی اور حوصلہ مندی کا اپنے کو عادی بناؤ، نہ سواری اور اولوالعزمی اپنے اندر پیدا کرو، خواہشات نفس اور انانیت سے بالاتر ہو کر کام کرو، نہ مال کے غلام بنو نہ جاہ کے، نہ مادہ پرستی میں مبتلا ہو تم خالص اللہ کی بندگی میں داخل ہو کر اس کے بندے بن کر رہو، تاکہ یہ کہہ سکو۔ "اللہ نے ہم کو بھیجا ہے کہ جس کو وہ چاہے اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں داخل کریں۔ اور مذاہب ادیان کے زیادتیوں سے نجات دلا کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں۔"

پورا عالم ہمہ تن گوش ہے کہ اس کے کان میں یہ صدا پھر گونجے، یہ محبت آمیز کلمے وہ سنے جس نے تاریخ کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور انسانیت کو اور قوموں کو دو خانوں میں بانٹ دیا۔ ایک خوش بخت اور نصیب آور، دوسرا بدبخت اور شقی، ایک نجات پانے والی، دوسری ہلاک و برباد ہونے والی، میں اس پر اکتفا کرتا ہوں اور اس قیمتی موقع کی فراہمی پر دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اپنے نوجوانوں سے ملاقات کا اور ان سے صاف صاف کھل کر سچائی اور اخلاص کے ساتھ بات کرنے کا موقع ملا۔

دعائے مغفرت

● مولانا سلطان الہدیٰ ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے والد محترم جناب شمس الہدیٰ خاں کا ۱۹ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۹۹ء کی صبح خانیوال کے تیسرے حملے میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم دینی حمیت و اخلاق کے حامل تھے اور ہر کار خیر میں تعاون کرتے، بزرگوں سے بھی تعلق رکھتے تھے، حضرت مولانا وصی اللہؒ کے چچازاد بھائی کے لڑکے تھے اور ان سے بیعت بھی تھے ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد احمدؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے بہت زیادہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور ندوہ کے اکثر اساتذہ کرام سے بھی ربط و تعلق تھا۔

● معروف عالم دین مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری ۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

مولانا دینی تعلیم دہلی کے مدرسہ رحمانیہ میں حاصل کی اس کے بعد اپنے والد محترم کے قائم کردہ "مدرسہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال" میں تدریسی خدمات انجام دی اور مدرسہ کی ترقی میں انتھک کوشش کی۔ مختلف دینی کتابیں تصنیف کیں اور ایک علمی و ادبی رسالہ "السراج" کے نام سے جاری کیا۔

مولانا رحمانی علمی دینی اور دعوتی میدان میں بھی کام کرتے تھے وہ ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مقرر اور مصنف بھی تھے۔

باری تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

عصری تحریکات اور دعوتِ اسلامی کا طریقۂ کار

تحریر:۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ——— ترجمہ:۔ محمد فرمان نیپالی

مسلمان داعی کے منجملہ آداب دعوت میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ اپنی دعوت و تبلیغ میں الفت و محبت اور ملاطفت و نرمی پر کاربند ہو، اور تشدد و سختی سے حتی الامکان اجتناب کرتا ہو، داعی کی یہ صفت اس کی دعوت کی اثر انگیزی اور کامیابی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

اس کے برعکس اگر مسلمان داعی غیر مسلموں کے سامنے کسی دشمن یا مخالف کی صورت میں ظاہر ہو تو یہ چیز اس کی حقیقی شبیہہ کو بگاڑ دیتی ہے اور مدعوئین کی نگاہ اس کی دعوت کے تئیں اس کی خیر خواہی اور اخلاص کی حقیقت سے پھیر دیتی ہے اور مخاطبین کو اس کے سمجھنے اور قبول کرنے سے روک دیتی ہے، اسی وجہ سے لوگوں کے نفوس اسلامی دعوت اور اس کی قبولیت سے عام طور پر دور رہتے ہیں، مسلمان داعیوں کے لئے کامل و مکمل نمونہ اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے طریقۂ کار کو مصالحانہ رکھا، اور تشدد و ٹکراؤ کی صورت اسی وقت اختیار کی جب مخالفوں نے سختی کا سختی سے مقابلہ کرنے پر مجبور کیا، آپؐ نے اسلام کی صلح پسند تصویر کو اپنے رخ انور سے ظاہر کیا جس پر اخلاص و خیر خواہی کا نور ہویدا تھا، آپؐ نے عرصۂ دراز تک جوانمردی کے ساتھ صبر کیا، مسلمان بھی آپ کے ساتھ علم و زیادتی اور ذلت و رسوائی اور دیگر مصائب سے دوچار ہوئے، حتی کہ اس کا تذکرہ صحابۂ کرامؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، جیسا کہ حضرت ابو عبداللہ خباب بن ارتؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی آپؐ اسوقت چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے اور ہمارا حال یہ تھا کہ مشرکین کے سخت مظالم سے دوچار ہونا پڑا تھا، تو ہم نے عرض کیا کہ کیا آپؐ ہمارے لئے ایسی صورت میں مدد نہیں چاہیں گے اور دعا نہیں کریں گے، تو آپؐ نے فرمایا، پچھلی امتوں کے کسی فرد کو پکڑا جاتا اور اس کے لئے گڈھا کھودا جاتا پھر اس میں ڈال دیا جاتا، پھر آری اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا سر چھیدا جاتا، تو صرف گوشت اور ہڈی باقی رہ جاتی، اور یہ چیز اس کو دین سے نہیں روکتی تھی، "خدائے ذوالجلال کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل کر کے رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اللہ کے سوا وہ کسی کا خوف محسوس نہیں کرے گا، حتی کہ بھیڑیا کو اپنی بکریوں پر کسی بھیڑیے کا ڈر نہ ہوگا، لیکن تم عجلت بازی سے کام لیتے ہو"۔ (بخاری شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ کار کا دوسرا نمونہ اسی سے متعلق ہے کہ آپؐ نے مقام حدیبیہ میں صلح و مصالحت قائم کرنے کا وہ اہم فریضہ انجام دیا، جس کی وجہ سے ساری کشمکش ختم ہو گئی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہی سے کفار اور مسلمانوں کے مابین جاری تھی، اور دونوں میں یہ صلح ہوئی جس نے مسلمانوں کو اس بات کا موقع دیا کہ وہ اسلام کی فطری تصویر کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں، اور کفار کے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ لوگ اس تشدد سے دور رہ کر جس کا لازمی نتیجہ اختلاف اور جنگ کی سیاست تھی، اسلام کا بغور مطالعہ کریں، اسی وجہ سے صلح کے عرصہ میں اتنے کفار اسلام میں داخل ہوئے جتنے اس سے پہلے کی پوری مدت میں بھی نہیں ہوئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ نرم مصالحانہ طریقۂ کار عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کے کام کا بہترین نمونہ ہے، جو حقیقی اسلام سے بُعد کے سبب اس جاہلی دور کے مناسب ہے جس میں اللہ کے رسولؐ نے اہل عرب کو دعوتِ اسلام پیش کی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ مسلمان داعیوں نے عہد اول ہی میں جو آپ کی بعثت سے تیرہ سال کی مدت پر محیط ہے قسم قسم کے مصائب و مشکلات کا سامنا کیا، لیکن ان حضرات نے اسلامی دعوت کی مصالحانہ روش کو باقی رکھا، اس مسئلہ کو سیاست و قیادت اور جدال و انتقام کا مسئلہ نہیں بنایا، کیونکہ سیاسی مزاحمت کا طریقۂ کار ایک ایسا طریقۂ کار ہے جو اپنی فلاح و نجات کے لئے مکر و فریب حیلہ سازی و چالبازی اور ہتھیاروں کے استعمال کا متقاضی ہے، اور جب بھی کوئی اس طرز کو اختیار کرے گا، اور اس پر کسی بھی دعوت کی بنیاد رکھے گا تو جاہلوں اور اس کی حقیقت سے ناآشنا لوگوں میں یہ دعوت ایک سیاسی تحریک کی شکل میں ظاہر ہوگی، جس کا بانی اور اس کا قائد ابتداء ہی سے غلبہ و اقتدار کو پہونچنا چاہتا ہے، اور وہ سمجھیں گے کہ یہ اسی غلبہ و اقتدار کی لالچ اور حرص کی بنا پر ہے، جو اس کے خواہش مند حضرات کے دلوں میں جنم لیتی ہے، یا جاہ و منصب، مال و دولت اور سلطنت و حکومت حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، یہ وہ چیز ہے جو انسانی خیر اور جبلت

میں داخل ہے، اور اسی کا گمان عام حالتوں میں لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے، بہ صورت حال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش آئی کہ ایک دن عتبہ بن ربیعہ نے کہا جو اپنی قوم کا سردار تھا اور قریش کی محفل میں حاضر تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ خدا میں تنہا تھے، اس نے کہا: اے قریشیو! کیوں نہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور ان سے بات کروں اور ان کے سامنے چند باتیں پیش کروں، شاید کہ ان میں سے بعض کو قبول کریں، تو ہم ان کی خواہش کے مطابق ان کو عطا کر دیں، تاکہ وہ اور ہم دونوں آرام سے رہیں، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت حمزہؓ جلد ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، اور کفار قریش نے دیکھا کہ آپ کے متبعین کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، تو انھوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں، ضرور بالضرور، ابو الولید! ان کے پاس جاؤ، اور ان سے بات کرو، لہٰذا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے قریب بیٹھا، اور کہا: بھتیجے! تمہیں جو خاندانی برتری اور عالی نسبی حاصل ہے، اس سے تم اچھی طرح واقف ہو، تم اپنی قوم کے پاس ایک ایسا معاملہ لے کر آئے ہو جس سے تم نے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے عقلمندوں کو کم عقل ٹھہرایا ہے اور ان کے معبودوں اور ان کے دین کی تحقیر و تذلیل کی ہے، اور تم نے اسی کی وجہ سے ان کے پرکھوں اور اسلاف کی تکفیر کی ہے، تو میری سنو! میں تمہارے سامنے چند امور رکھتا ہوں، تم اس کے تئیں غور کر لو، شاید کہ بعض کو قبول کر لو، آپ نے فرمایا کہ ابو الولید! جو کچھ کہنا ہے کہو، میں ہمہ تن گوش ہوں، تو اس نے کہا: بھتیجے! اگر تمہیں اپنے لائے ہوئے دین کے بدلے مال کی خواہش ہے تو ہم تمہارے سامنے مال کا ڈھیر لگا دیں گے حتی کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے، اور اگر تم عزت و سرداری کے خواہاں ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیں گے، حتی کہ کوئی فیصلہ بھی تم کو اپنا سردار بنا لیں گے، حتی کہ کوئی فیصلہ بھی بغیر تمہارے طے نہیں کریں گے، اور اگر تمہیں بادشاہت کی تمنا ہے تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیں گے، اور اگر کسی جنون کی وجہ سے یہ سودا سوا ہے، جس کا ازالہ نہیں کر سکتے تو ہم تمہارے لئے علاج و معالجہ کی تدبیر کریں گے، اور ہم اپنے مالوں کو اس میں بے دریغ صرف کریں گے، حتی کہ تم اس سے صحت یاب ہو جاؤ، کیونکہ کبھی کبھی انسان کا مؤکل جن خود اس پر سوار ہو جاتا ہے جب تک اس کا علاج نہ کرایا جائے، اور اسی جیسی دیگر باتیں کہیں، جب عتبہ اپنی بات سے فارغ ہوا جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سن رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ابو الولید! کیا تم اپنی بات کہہ چکے ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں! تو آپ نے فرمایا تو اب میری سنو! اس نے کہا، فرمائیے، میں سن رہا ہوں، تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (انارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ایک کتاب ہے کہ جدا جدا کی ہیں اس کی آیتیں۔ قرآن عربی زبان کا، ایک سمجھ والے لوگوں کو) (حٰمٓ سجدہ-۲)

جب یہ تحریکیں علمی سیاست کا طریقہ اپناتی ہیں، تو خاص طور پر لوگ شک کرتے ہیں، اور بہت کم ہی ان پر اعتماد کرتے ہیں، ہمارے سامنے بہت سی ایسی دعوتیں اور تحریکیں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی سے تشدد و ٹکراؤ والی سیاست اپنائی تو وہ لوگوں کو باور کرانے میں ناکام رہیں کہ وہ دعوت خیر ہیں، اور وہ لوگوں میں حق و انصاف، نیکی اور بھلائی کو پھیلانا چاہتی ہیں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ان دعوتوں کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی گذرا ہے، جس میں ان کے قائدین اور متبعین نے اچھے کاموں اور انسانی خدمات اور مخلصانہ جد و جہد سے ایک طویل زمانے تک اخلاق و صفاتِ عالیہ سے اپنے کو متصف رکھا، حتی کہ انھیں عوام الناس میں اپنی اچھی نیتوں اور خیر خواہی کی وجہ سے اچھی شہرت ملی۔

لیکن وہ تحریکیں جو اپنی بنیاد عملی سیاست کے طریقے پر رکھتی ہیں جو تشدد و ٹکراؤ پر مبنی ہوتی ہیں، ان کے دلوں پر جاہ و منصب، مال و دولت اور سلطنت و اقتدار کی محبت کے علاوہ اور کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی، اور لوگ ان سے اچھائی و خیر خواہی، حسن سلوک اور صلاح کا درس نہیں لیتے۔

ہم اس کی بہت ساری مثالیں تاریخ اسلام میں پاتے ہیں، جس کے وہ ممالک گواہ ہیں جن پر مسلمانوں نے خاص جنگی طریقہ پر یورش کی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ممالک مخلصانہ طور پر ان کے تابع نہیں ہوئے، بلکہ جب بھی مسلمانوں کی مادی طاقت کمزور پڑی تو ان کے خلاف ایک نہ ایک دن صورتحال پلٹ گئی، الا یہ کہ ان کی حکومت کی ان صلاح و تقویٰ والے مخلص داعیوں نے پشت پناہی کی، جو انسانی فضائل و مکارم کو دلوں اور جانوں سے قریب کرنے کا کام لوگوں کے ساتھ اپنی محبت اور پاکیزہ و اچھی سیرت و کردار سے کرتے ہیں، اور سب کے لئے بھلائی اور خیر خواہی چاہتے ہیں۔ اور اسلامی خوبیوں کو سمجھنے اور ان کی جانب آنے کے لئے لوگوں کو مائل کرنے کی انتھک کوشش کرتے ہیں، اور اسے اپنی محبت و خیر خواہی اور احسان والی مثالی زندگی سے ثابت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی مفتوح قوم کی ناگواری سے حفاظت کرتے ہیں، اور جب یہ لوگ اسلامی حکومت کی پوری تاریخ میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو اپنے دلوں میں مسلمان حکمرانوں کی جانب سے پائی جانے والی مخالفت کے باوجود اسلام قبول کر لیتے ہیں، اور

اس ملک کے عوام ان مخلصین حضرات کی کوششوں سے ایک نئی دینی جماعت میں بدل جاتے ہیں، جس کی وجہ سے حاکم و محکوم میں دوری ختم ہو جاتی ہے، اور حکومت ہر ایک کی اپنی ہوتی ہے نہ کوئی حاکم ہوتا ہے اور نہ کوئی محکوم۔

اس اہم طریقۂ کار کی کمی کا مشاہدہ ہم اسپین کی تاریخ میں کرتے ہیں، جہاں مسلمانوں نے صدیوں تک حکومت کی، لیکن اس ملک کے عوام کو تبدیل نہ کر سکے، اور نہ ہی انھیں کوئی ایسا فرد ملا جو ایسا کرتا، اس طرح وہاں کے باشندوں کی اکثریت اسلام سے دور رہی، پھر جب دشمن کا فوجی محاذ طاقتور ہو گیا، تو انھوں نے اس ملک کو اس کی پہلی حالت یعنی مسیحی مذہب پر لے آئے، اور مسلمانوں کو ملک سے نکال دیا۔

برصغیر کی صورت حال اندلس سے بڑی حد تک مختلف ہے، کیونکہ یہاں مسلمانوں کی حکومت کے آغاز ہی سے داعیوں اور مصلحین نے جو اسلامی لشکر کے ساتھ رہے یا اس کے بہت بعد آئے، ہندوستانی گمراہ مفتوح معاشروں میں سیاسی طور پر سرایت کرنا شروع کیا، اور انھوں نے اسلام کی رحیمانہ زندگی کی نمائندگی کر کے اس معاشرہ کو بدل ڈالا، چنانچہ انھوں نے رفتہ رفتہ فرزندان وطن کی بڑی تعداد کو حسن سلوک اور اسلامی سیرت و کردار کی اثر انگیزی سے اسلام کی جانب مائل کیا، یہی لوگ ہندوستان میں فرزندانِ اسلام کی کثرت کا سب سے بڑا اور اولین سبب تھے، حتی کہ برصغیر کے بعض علاقے خالص اسلامی شہروں میں تبدیل ہو گئے، جیسے پنجاب، سندھ، بلوچستان، مشرقی پاکستان، کشمیر اور بنگلہ دیش کے علاقے، آج بھی مسلمان ان علاقوں میں بھاری اکثریت میں ہیں، جن کی تعداد تقریباً تیس کروڑ سے زائد ہے، اگر ہم ان لوگوں کے اسلام کا دقیقہ رسی اور بالغ نظری سے جائزہ لیں، تو ہم ان کی تاریخ کو انھیں داعیوں اور علماء کی محنتوں اور کاوشوں سے سرسبز پائیں گے، نہ کہ بادشاہوں اور مسلمان حکمرانوں کی کوشش سے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنگی مقابلے یا سیاسی یورش یا حکومت کی اسلام میں کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں ہے لیکن وہ دلوں کی اصلاح اور خیر کو عام کرنے کے لئے اخلاقی کوششوں کے ذریعہ بطور سند ظہور میں آتے ہیں، اسی وجہ سے اسلامی جہاد کی کارگذاریوں میں اس کے علاوہ اور کسی بات کی گنجائش نہیں کہ پہلے پہل دشمنوں کو دین کی دعوت دی جائے، اگر وہ اسے قبول کر لیتے ہیں تو ان کے جان و مال حرام ہیں، اور وہ لوگ اپنے ذاتی اختیار کی بقا کے مستحق ہو جائیں گے، اور جب اس کا انکار کریں تو ان سے اسلام اور مسلمانوں کی ذمہ داری میں داخل ہونے کا مطالبہ کیا جائے گا، اس طرح مسلمان داعیوں کے لئے ان میں بغیر کسی جبر و اکراہ اور ظلم کے دعوت کا کام کرنے کا موقع مل جائے گا، لیکن جب وہ لوگ اس کا بھی انکار کر دیں تو پھر جہاد کا حکم ہے، اور ان سے جنگ کی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں، یا اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں، یہی اسلامی طریقہ ہے۔

آج کی مسیحی دنیا اپنے ملحدانہ مادی نظام حیات سے تنگ آ چکی ہے، کیونکہ وہ نرم انسانی جذبہ سے خالی ہے، اور مسیحی مذہب سے اس کا ربط ٹوٹ چکا ہے، اس لئے کہ اس میں اب کسی دینی خلا کو پر کرنے کی استعداد نہیں رہی لہٰذا وہ حیران و پریشان کسی ایسے دین کی تلاش میں ہے جو اسے زندگی کی بھول بھلیوں سے نکال کر منزل کی صحیح رہنمائی کرے، اور اس کی استعداد اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔

لیکن آج ہمارے کچھ افراد اسلام کو غیروں کے سامنے بھلائی اور نیکی سے ہٹ کر خود غرضی اور نفرت کے طنز عمل کے طور پر پیش کر رہے ہیں، اور جب تک ہم اسلام کا چہرہ نفرت اور معاندانہ طنز پر مغرب کے سامنے پیش کرتے رہیں گے ہم مغرب سے اس کا جواب اعراض اور روگردانی کے سوا کچھ نہیں پائیں گے، ایسے حالات میں یہ لازم ہے کہ ہم اسلام کو مغرب کے سامنے ایک ایسے حکیمانہ انداز میں پیش کریں جو اس کی موجودہ زندگی کو اجتماعی اور اخلاقی زوال سے چھڑا سکے، کیونکہ مغرب زدہ لوگوں کی طبیعت اس سے ہٹ چکی ہے، اور وہ اس سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتی ہے، چنانچہ وہ اپنے ان پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں حیران و پریشان ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں غیر مسلم دنیا کے سامنے اسلام کا روشن چہرہ ظاہر نہ کیا گیا تو پھر اسلام ان کے دلوں کو اپنی جانب لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، اور یہ دنیا اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھاتی پھرے گی، اور ایسی چیزوں کا سہارا لے گی جس کو اپنے درد کا درماں سمجھ بیٹھے گی، اور اس کی سسکیوں شہ سرخیوں میں ملتی ہیں، اس لئے مسلمان داعیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی دعوت کے لئے مناسب و درست طریقہ اختیار کریں کیونکہ دعوت کا کام انھیں سے مربوط ہے، خدائے وحدہٗ لاشریک کا ارشاد گرامی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ "تمہیں لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لیکن آج اسلام کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، کچھ تو وہ ہیں جو اسلام کے صرف نظریۂ جنگ و جدال کو مانتے ہیں اس سلسلے میں صرف عملی اظہار پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ

اس کو اسلام کی اولین اساس و بنیاد بناتے ہیں، وہ ایسا کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور طریقۂ کار کو نہیں دیکھتے، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آپؐ نے بعض منافقین کے نفاق کو اچھی طرح جان لینے کے بعد بھی ان کو قتل کرنے سے احتراز کیا کہ وہ کفار کے مقابلے میں جانی دشمن ہیں اور آپؐ نے خالص اسلام کی مصلحت میں یہ کیا کہ دشمنانِ اسلام کو کھلے طور پر یہ موقع ہاتھ نہ آجائے کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو قتل کر دیا، اسی وجہ سے آپؐ اسلام کو بدنام ہونے سے بچاتے تھے، اور آپؐ کے سامنے کوئلا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا تو آپؐ اس کا اعتبار کرتے، ایک صحابیؓ کو اس بات کی خلاف ورزی کرنے پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے"۔

دوسرا گروہ اسلام کو صرف عقلی نقطۂ نظر سے پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہے، اور اسے مغربی نقطۂ نظر سے ہم آہنگ بنانے پر اپنی محنت صرف کر رہا ہے جبکہ مغرب خود اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آج وہ اسلام کے اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آپؐ نے بعض منافقین کے نفاق کو اچھی طرح جان لینے کے بعد بھی ان کو قتل کرنے سے احتراز کیا کہ وہ کفار کے مقابلے میں جانی دشمن ہیں اور آپؐ نے خالص اسلام کی مصلحت میں یہ کیا کہ دشمنانِ اسلام کو کھلے طور پر یہ موقع ہاتھ نہ آجائے کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو قتل کر دیا، اسی وجہ سے آپؐ اسلام کو بدنام ہونے سے بچاتے تھے، اور آپؐ کے سامنے کوئلا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا تو آپؐ اس کا اعتبار کرتے، ایک صحابیؓ کو اس بات کی خلاف ورزی کرنے پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے"۔

دوسرا گروہ اسلام کو صرف عقلی نقطۂ نظر سے پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہے، اور اسے مغربی نقطۂ نظر سے ہم آہنگ بنانے پر اپنی محنت صرف کر رہا ہے جبکہ مغرب خود اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آج وہ اسلام کے اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے

مسائل کے حل کی تلاش میں ہر وادی کی خاک چھان رہا ہے، اور ہر جگہ سے ناکام اور نامراد لوٹ رہا ہے، یہ اخلاقی ابتری اور ذہنی کشمکش جس کا آج مغربی نوجوان شکار ہے یہ اس معاشرے کا نتیجہ ہے جو اخلاقی اور دینی پابندیوں سے یکسر خالی اور آزاد ہے، اور یہی ان کی بیماری کی اصل جڑ اور بنیاد ہے ایسے میں مغرب کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور خاص طور پر خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰؐ کی دعوت پر لبیک کہے، جس کی دعوت یہ ہے کہ خالق کائنات سے ربط اور تعلق پیدا کیا جائے اور اعتدال و توازن کے ساتھ اسباب زندگی اختیار کئے جائیں، جن کا موقف یہ ہے کہ سامان راحت اور اسباب زندگی پر نہ ٹوٹ پڑا جائے اور نہ ہی رہبانیت اختیار کر کے ضروریات زندگی سے منہ موڑ لیا جائے، ارشاد خداوندی ہے "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" ترجمہ "اے محمدؐ! آپؐ کہہ دیجئے کس نے حرام کرایا اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، اور ستھری چیزیں کھانے کی، آپ کہہ دیجئے! یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے دنیاوی زندگی میں اور خالص انھیں کے لئے ہیں قیامت کے دن"۔

دنیاوی زندگی کے تعلق سے صحیح رائے یہی ہے کہ اس کے بارے میں یہ مانا جائے کہ یہ ایک محدود اور ختم ہونے والی زندگی اور دھوکے کا سامان ہے، لہٰذا بھلائی اور خیر اسی میں ہے کہ اس کو اعتدال کے ساتھ لیا جائے اور دل کو اس طرح نہ باندھ دیا جائے کہ اس کا کھونا مشکل ہو۔

آج مغرب اپنے موجودہ صنعتی اور سیاسی نظام کو چھوڑ کر نئے نظام کی خواہش نہیں رکھتا اس لئے کہ اس نے اعلیٰ قسم کے نظامہائے حیات کا تجربہ کر لیا ہے، اور اس کا علم، تحقیق اور فراست انتہا کو پہونچ چکی ہے، لہٰذا وہ مزید کسی نئے نظام حیات کا خواہش مند نہیں، کیونکہ اسے اس میں اپنے مسائل کا حل نظر نہیں آتا، آج مغرب کے لوگوں کو قلبی چین و سکون کی تلاش ہے جس سے آج انسانی دنیا کا ماحول دیوالیہ ہو چکا ہے۔

لہٰذا حق کے داعیوں کے لئے ضروری ہے کہ اسباب زندگی اور سامان زندگی سے مستفید ہونے اور ان کی حیثیت کی تعیین کے تعلق سے ان کی زندگی اعتدال اور جامعیت کا ایک قابل تقلید نمونہ ہو اور اس سلسلے میں علمی تشریح سے زیادہ عملی نمونے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسی کے ساتھ علمی تشریح کی بھی ضرورت ہے، جس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، تو کیا ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی سنت کے عین مطابق اپنی عملی زندگی کے قافلے کو از سر نو آگے بڑھانے کا اقدام کرتے ہیں۔

واللہ من وراء القصد و هو یهدی السبیل

ممبئی میں

اعلیٰ معیاری کھانے کا ریسٹورینٹ

چکن بریانی، چکن روسٹ، مٹن مسالہ، مٹن روسٹ، قورمہ، مغلائی ڈشیں

ہمہ وقت دستیاب ہیں

تاج محل ریسٹورینٹ

کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۴ کرناک روڈ

بمقابل

کرافٹ مارکیٹ بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

اسلام اور علم

مولانا عبداللہ عباس ندوی

رابطہ عالم اسلامی کے موسم ثقافی ۱۴۲۰ھ کے موقع پر یہ مقالہ عربی میں پیش کیا گیا مقالہ کے بعد اس پر جو تبصرے ہوئے ان میں سے تعریف و تحسین کے الفاظ حذف کر کے اصل اعتراض کو بھی نقل کر دیا گیا ہے۔

آسمانی صحائف میں صرف قرآن مجید ہے جس نے علم و معرفت کو صرف "الٰہیات" یا مافوق الطبیعات تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ علم کے تنوع، وسعت اور اس کے ناپیدا کنار ہونے کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

سورۂ یوسف میں ہے:

"وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" (سورۂ یوسف ۷۶)

"اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے"

(یہ مختصر سی آیت اپنی بلاغت کے لحاظ سے بجائے خود ایک معجزہ ہے، اشباقی انداز میں اس بات کو کسی اور زبان میں ادا کرنے کی کوشش کیجئے[1] تو کامیابی نہیں ہوگی)

قرآن نے جس سیاق میں یہ بات کہی ہے وہ مرنے کے بعد کی زندگی سے متعلق مضمون نہیں ہے بلکہ اسی دنیا سے متعلق اور تدبیر و حکمت، سیاست و مصلحت، برعمل کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے۔

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں جو اولین وحی ہیں، بتا رہی ہیں کہ انسان کی تخلیق جس طرح قدرت خداوندی کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح اس کو قلم کا استعمال سکھانا اور نامعلوم کو معلوم کرنے کا سلیقہ دینا خدمتِ الٰہی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ جو خدا تجے ہوئے خون (علق) میں جان ڈالتا ہے۔ اسی نے انسان کو علم دے کر تمام مخلوقات پر شرف دیا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[2]

"(اے محمدؐ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا"۔

حیات بخشنا اور علم دینا، دونوں کا ایک ساتھ ذکر اور ایک ہی سلسلۂ بیان میں کہ اس مالکِ حقیقی کا نام لیجئے جس نے تخلیق اور تعلیم سے اپنے بندے (انسان) کو نوازا، علم کی اہمیت بتا رہا ہے، نیز تاریخی لحاظ سے ان آیات کا وحی اول ہونا ثابت ہے جس میں کسی زمانہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہوا یہاں تک کہ معاندین یہود و نصاریٰ نے بھی قرآن کریم کے ترجمے کئے اور سورتوں کی ترتیب باعتبار وحی قائم کی۔ وہ بھی مانتے ہیں کہ پہلی آیتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں وہ یہی آیتیں تھیں۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ لفظ اقرأ (پڑھیئے) قبل نبوت اور بعد نبوت کے زمانوں کے درمیان حد بندی کی لائن ہے تو غلط نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ قبل نبوت کے زمانہ کو جاہلیت (IGNORANCE!) کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

دنیا میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں ان میں مال و متاع، جاہ و منصب عزت و وجاہت سب کچھ ہے، مگر کسی نعمت کے بارے میں یہ نہیں کہا ہے کہ اس میں اضافہ کی تمنا کرو۔ یہ دعا نہیں سکھائی کہ انسان کہے "رب زدنی مالاً" (اے اللہ میرے مال میں اضافہ کرتا رہ) یہ دعا ضرور تلقین کی کہ "رب ارزقنی" (اے اللہ مجھے رزق دے) مگر اس میں قناعت اور توسط کی راہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی ہے صرف علم ہی ہے جس کے لیے یہ دعا سکھائی ہے:

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (سورۂ طٰہٰ ۱۱۴)

(میرا پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے)

---

[1] مثلاً اردو میں آپ کہہ سکتے ہیں، علم کی گہرائی اور وسعت و تنوع کی کوئی انتہا نہیں ہے، علم کی کوئی تھاہ نہیں ہے علم کا میدان بے پایاں ہے، علم ایک دیائے ناپیدا کنار ہے، اسی طرح فارسی میں، انگریزی میں اور جو زبانیں آپ جانتے ہیں ان میں سوچیے، بغیر حرف نفی لگائے اس مفہوم کو نہیں بیان کر سکتے۔ اور اس پر بھی وہ پورا مفہوم جو قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہے نہیں پیدا ہو سکتا، عربی بلاغت کے لحاظ سے اس پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے

[2] سورۂ علق پ ۳۰،

جو لوگ صاحب علم ہیں ان کے مقام کی اہمیت قرآن کریم نے اس انداز میں بتائی ہے کہ ناخواندہ یا بے علم لوگوں کے مقابلہ میں ان کو بلند دکھایا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (سورۂ زمر - ۹)

"کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟"

یہ انداز بیان ایسا ہے جیسے آپ کہیں کہ کیا شیر اور مکھی برابر ہو سکتے ہیں؟ لغت میں اس سوالیہ لفظ "هَلْ" (کیا؟) کو "سوال انکار" کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ مذکورہ قرآنی آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اہل علم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔

اصحاب علم و معرفت کا درجہ اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان ممتاز رکھا ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (سورۂ المجادلہ - ۱۱)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا۔"

بے علم ایسے ہی ناقابل التفات اور مفر لوگ ہیں کہ ان سے اعراض کرنے اور ان کی صحبت سے بچنے کا حکم قرآن نے دے دیا ہے۔ اور اس کا یہ پہلو واضح ہوتا ہے کہ علم کی کیا اہمیت ہے:

وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (سورۂ الاعراف، ۱۹۹)

"اور جاہلوں سے کنارہ کرلو"

قرآن کریم نے اور مقامات پر جہاں جہاں وضاحت کے ساتھ یا اشارہ سے اس امر کی تاکید کی ہے ان سب کو اس مقالہ میں یکجا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی صرف چند آیات جو مفہوم کو نمایاں طور پر پیش کر رہی ہیں انہی پر اکتفا کرتے ہوئے اب ہم احادیث نبویہ کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان قرآنی اشارات و احکامات کو اللہ کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سمجھا، اور آپ کے عمل سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

مشہور حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"

"علم کا طلب کرنا فریضہ ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر"

مجھے معلوم ہے کہ بعض معاصر محدثین اس حدیث کو ضعیف بتاتے ہیں اور اطلبوا العلم ولو بالصين (علم طلب کرو خواہ چین جا کر علم حاصل کرنا ہو) کو موضوع شمار کرتے ہیں لیکن دوسری احادیث سے اس مفہوم کی توثیق اس طرح ہوتی ہے کہ اگر یہ روایت باللفظ ضعیف بھی ہے تو بالمعنی بالکل صحیح ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث ا۔ صدقة جارية أو (۲) علم ينتفع به۔ أو (۳) ولد صالح يدعو له۔

"جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے اس کے کہ اس کی تین باتیں باقی رہ جاتی ہیں: (۱) صدقہ جاریہ (ایسا رفاہ عام کا کام جس سے خلق خدا برابر فائدہ اٹھاتی رہے یا (۲) ایسا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے، یا (۳) ایسی اولاد یا کوئی لڑکا چھوڑ گیا ہو جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔"

اس حدیث میں علم کے ساتھ ینتفع به کا لفظ بتا رہا ہے کہ محض تفریحی، لفاظی، سحر و جادوگری کا علم ایسا نہیں ہے جس سے کسی کو فائدہ پہنچ سکے۔ دعائے ماثورہ میں اس لیے تلقین فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم نافع طلب کیا جائے اور ہر علم غیر نافع سے پناہ طلب کی جائے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ

"اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتے ہیں جو فائدہ نہ پہونچانے والا ہو۔"

علم اللہ کی قدرت عطا و بخشش کا مظہر ہے۔ اور تخلیق آدم کے بعد سب سے اہم نعمت علم ہی ہے اس لیے اس کے حصول کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے اور جس طرح عبادت میں کبر و ریا کا جذبہ عبادت کی روح کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح علم کے حاصل کرنے کا مقصد بھی رضائے الٰہی ہونا چاہیئے۔

من طلب العلم ليباهي به العلماء ويماري به السفهاء ويصرف وجوه الناس اليه ويقول: أنا رئيسكم فليتبوأ مقعده من النار

"جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ اس سے علماء کے درمیان اپنی بڑائی جتائے یا ناواقفوں کے درمیان اپنا سکہ جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے کہ "میں تم میں بڑا ہوں" تو ایسے شخص کو چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ تلاش کر رکھے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو ترغیب دی کہ "لکھنا" سیکھیں، غزوۂ بدر میں بعض قیدیوں کا فدیہ مقرر کیا گیا کہ مدینہ منورہ کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

علم کے لیے مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی، پہلی حدیث جو نقل کی گئی اس میں وضاحت ہے کہ علم کا حصول ہر مرد و عورت کا فریضہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اہم مسائل احکام شریعت کو معلوم کرنے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رجوع کرتے تھے[1] احکام شریعت سے صرف واقفیت

[1] خذوا نصف دينكم من هذه الحميراء، یعنی دینی معلومات کا نصف حصہ اس گوری رنگت والی سے حاصل کرو۔ موضوع ہے: (الدر المنيف في الموضوع والضعيف تحقيق عبد الفتاح ابوغدہ)

ہی نہیں بلکہ اہم مسائل میں قرآن کریم سے استدلال بھی بعض خواتین سے ثابت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک بار منبر پر خطبہ دے رہے تھے، اس زمانہ میں بعض لوگ اپنی بیٹیوں کے مہر زیادہ مانگتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز کے طور پر فرمایا کہ مہر کے تعین میں امہات المومنین کا اسوہ اختیار کرنا چاہیئے ایک خاتون نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ پابندی از روئے قرآن درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا۔[1]

"اور پہلی عورت کو بہت سامال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

أَصَابَتِ امْرَأَةٌ وَأَخْطَأَ عُمَرُ۔[2]

"عورت نے ٹھیک بات کہی عمر سے خطا ہوئی۔"

استاذ احمد امین "فجر الاسلام" میں لکھتے ہیں:

اسلام نے مندرجہ ذیل تین اسباب کی بنا پر علمی سرگرمیوں کو آگے بڑھایا۔

اسلام کی تبلیغ کے لیے پڑھے لکھے لوگوں کی ضرورت تھی، اس لیے قدرتی بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر لاحق ہوئی کہ لوگ حصول علم کی طرف متوجہ ہوں۔

دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں جو سابقہ امتوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کو سمجھنے اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ لوگ پڑھنا سیکھیں تاکہ اسرائیلی روایات کا مطالعہ کر سکیں۔

اور سب سے اہم سبب یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم نے ان کے اندر غور و فکر کا مادہ پیدا کیا۔ ان کو دعوت دی کہ وہ آسمان، زمین، چاند، ستاروں، صبح شام کی تبدیلی، لیل و نہار کی گردش ہواؤں کے چلنے، پودوں کے اگنے، پرندوں کے اڑنے پر غور کریں اور سوچیں کہ یہ سب کچھ خود بخود بلا ارادہ و مشیت عمل میں نہیں آرہا ہے۔ قرآن کریم نے ان کی فکر و نظر کو مدعو کیا کہ وہ ان امور پر غور کریں۔

"أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ"[1]

"کیا انھوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں ان پر نظر نہیں کی؟"

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی توجہ صرف دینی علوم کی طرف تھی، دینی علوم سے مقصود وہ آیات و احادیث ہیں جن کی شرح و تفسیر ایک دوسرے سے نقل کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل، تاریخ غزوات (مغازی) کو قلم بند کرنے کا ذوق عام تھا۔ اس کے بعد جب مسلمانوں کی حدود سلطنت میں توسیع ہوئی تو طب یونانی فلسفہ و منطق، ریاضیات، علم الفلک سے مسلمانوں کی دلچسپی ہوئی۔

[1] سورۂ نساء: ۲۰ [2] تاریخ اسلام (حسن ابراہیم حسن) ج ۱، قاہرہ ۱۹۶۴ء ص ۴۶۴

طبقات الامم کے مؤلف قاضی صاعد بن احمد الطلیطلی لکھتے ہیں:

ابتداء میں مسلمانوں کی کاوش علمی کا محور قرآن و حدیث تھا یا سیرت نبوی۔ ہاں ایک علم طب بھی ضرور تھا جو خال خال عرب جانتے تھے چونکہ اس علم کی ضرورت انسان کو ہمیشہ اور ہر جگہ رہتی ہے۔ اور چونکہ اسلام نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ ترغیب دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اثر مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

يا عباد الله تداووا فان الله عز وجل لم يضع داءً إلا وضع له دواءً إلا واحداً وهو الهرم۔

اللہ کے بندو! دوا علاج کرتے رہو کوئی مرض اللہ نے ایسا پیدا نہیں کیا ہے جس کا علاج بھی پیدا نہ کیا ہو۔ ہاں بڑھاپے کے سوا (یعنی اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کا اس درجہ اہتمام تھا کہ مدینہ منورہ کے باہر بھی آپ جزیرۂ عرب کے مختلف علاقوں میں ایسے معلمین کو بھیجتے جو لوگوں کو قرآن پڑھنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اسلامی فتوحات کے بعد صحابہ و تابعین صرف تعلیم کی غرض سے مختلف شہروں میں جا کر قیام کرتے اور لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ اور احکام شریعت بتایا کرتے تھے۔ (جاری)

دعائے مغفرت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم اور اپنے اساتذہ سے گہرا تعلق رکھنے والے ندوہ و ندویوں کے قدرداں مولوی محمد ابراہیم ندوی (ممبئی) کے چچازاد بھائی محمد مصطفیٰ صاحب جو ندوۃ العلماء کے معاون و ہمدرد بھی تھے۔ ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو ۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی خواست ہے

ادارہ پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے۔

اعلیٰ معیاری عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان

حراء سوئیٹس (بمبئی)

خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ پوڑا اور شام کو نمکین و میٹھے سموسے کے لئے تشریف لائیں، اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہر وقت کھانے والوں پر دستیاب ہیں۔

پتہ:

اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد مستان تالاب ناگپاڑہ بمبئی ۸

ایک مطالعہ

میرِ کارواں

از :- مولانا عبداللہ عباس ندوی

پروفیسر وصی احمد صدیقی

یہ حقیر مضمون نگار جب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کی اس بے مثال تصنیف پر اپنے احساسات کو لکھنے چلا تو سوچ میں مبتلا ہوگیا کہ اس کتاب کے مندرجات کی تعریف کرے یا مصنف کتاب کے طرزِ تحریر کی داد دے یا صاحب کتاب کی عظمت کو خراج عقیدت پیش کرے۔ اس لف و نشر مرتب کا حق ادا کرنے سے اپنے کو قاصر پاتا ہے مگر انگریزی کے محاورہ کے پیش نظر جہاں عقلمند پیر رکھنے سے گھبراتے ہیں وہاں نادان گھس پڑتے ہیں وہ اس تحریر کے ساتھ تعمیر حیات کے قارئین کے سامنے حاضر ہے۔

ہمارے مولانا عبداللہ عباس صاحب علمی اور دینی حلقوں کی ایک بڑی معروف شخصیت ہیں۔ ان کا تعارف تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورج کو چراغ دکھا رہا ہو۔ زبردست عالم۔ بہترین مصنف۔ انھیں زبان و ادب کے میدان کا شہسوار کہوں یا علوم دینیہ کے آسمان کا سورج۔ یہ استعارہ دُہرا گیا ہے مگر الفاظ کے سلسلے میں اس لکھنے والے کی کم مائگی اس کا عذر ہے۔

ایک مصور اپنے کینوس پر کسی شخص یا کسی منظر کی خاکہ کشی کرتا ہے۔ فاضل مصنف نے افکار، جذبات اور واقعات کی ایک مصور کی طرح خاکہ کشی کی ہے۔ یہ تصنیف بیانیہ ہے مگر اس میں لذت مصنف کی جذباتی قوت سے پیدا ہوئی ہے اور اس کو فلسفہ، تاریخ اور عام سوانح نگاری پر مضمون کے حساب سے ترجیح ہے۔ اس میں زندہ انسانوں کے افکار اور جذبات بیان ہوئے ہیں اور حسنِ بیان نے اسے اس نمونہ کی دوسری کتابوں سے مافوق کر دیا ہے۔ مصنف خو اپنے بیان سے حظ اٹھا رہا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے والے کے سامنے منزل کی کشش بھی ہے اور راستہ کی دلچسپیاں بھی۔ یہ مسلسل طور پر جاذب توجہ ہے اور اس کے ایک حصہ سے جو لطف ملتا ہے وہ مجموعی طور پر ملتا ہے یہاں جیتے جاگتے انسان ملتے ہیں۔ جہاں کہیں ملت کے حال پر مصنف کے آنسو بہے ہیں وہ فرشتہ کے آنسو نہیں بلکہ ایک دردمند دل کے انسان کے آنسو ہیں۔ ایک ایسا انسان جسے عام لوگوں سے زیادہ فطرتِ انسانی کا علم ہے۔ اور جس کی روح میں ہمہ گیری اور وسعت ہے۔

مصنف نے اپنے ممدوح کی ذات کو ایک پاک سیرت، ایک مبارک مشیت۔ ایک پر جمال ہیئت اور ایک شاندار تاریخ سے روشن کر کے مجسم کیا ہے۔

سوانح نگار اگر وہ مؤرخ بھی ہو اس کے سامنے بہت سی دقتیں ہوتی ہیں۔ مصنف کتاب نے ان دقتوں کی طرف واضح اشارے کئے ہیں اور کتاب کو سوانح عمری کہنے سے گریز کیا ہے مگر جانتے ہیں کہ ایسا سزاوار مدیح اور کون ممدوح ہوگا۔ بین السطور میں لکھا ہوا ہے کہ لاکھ منزل کی کشش ہو خدا کرے وہ کبھی نہ آئے۔ یہ قافلۂ نوبہار جرس غنچہ کی صدا پر چلتا ہی رہے میرِ کارواں نے جو رختِ سفر ساتھ لیا ہے وہ پھول جھڑنے والی زبان ہے۔ موتی بکھیرنے والا قلم ہے۔ دلوں کو بدلنے والی نگاہ ہے اور ایک ایسی روح ہے جو علم و عشق کا مرکز بھی ہے اور محیط بھی ہے۔ یہ روح وہ پیغام دے رہی ہے جس سے ہدایت کی تخلیق ہوتی ہے اور جو تعلیم اور عمل کا ذریعہ ہے۔ ملت نے مفکر اسلام کا خطاب یہ دیکھ کر دیا ہے کہ اس قافلہ سالار کی ذات زندگی اور مذہب کی تمام کیفیتوں کی آئینہ دار ہے اور ایک سرمدی نغمہ اس سے ابل رہا ہے۔ اقبال نے آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کے ماتم سے روکا ہے۔ حضرت مولانا اس بات سے متفق نظر نہیں آتے۔ رات کے اندھیرے میں پرانے راہبر انھیں تاروں سے راہ متعین کرتے تھے اور کبھی بھٹکتے نہ تھے۔ تاریخ دعوت و عزیمت اور پرانے چراغ ان ہی چاند تاروں کے ذکر سے مملو ہے۔ ان کا ماتم نہیں بلکہ ان کی یاد ہے۔ ان کتابوں کو ہاتھ میں لینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی خدا رسیدہ بزرگ کے خانقاہ پر دستک دی جا رہی ہے۔ اب دروازہ کھلے گا اور وہاں داخلہ ہوگا جہاں عالم مثال سے براہِ راست تعلق ملے گا وہ سکون محسوس ہوگا جو ربودگی سے ملتا ہے۔ دل کے تار مرتعش ہوں گے اور ایک خاموش موسیقی سنائی دے گی۔

مصنف کتاب جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب نے ایک بات بڑی دلچسپ لکھی ہے کہ وہ اس اندیشہ میں مبتلا رہے ہیں کہ لفظ "میں" کے مسلسل استعمال سے کہیں پڑھنے والا یہ فیصلہ نہ کرے کہ نقوشِ سوانح حضرت مولانا کے ہیں یا مصنف کا اپنا بیانِ حسنِ طبیعت ہے۔ مولانا کا یہ اندیشہ بجا نہیں۔ جب داستان گو خود داستان میں شامل ہو تو وہ کیا کرے۔ "میں" کا استعمال تو ہوگا ہی۔ اس "میں" کے استعمال میں جو اخلاص اور للّٰہیت ہے وہ اس اندیشہ کو رد کرتا ہے۔ یوں بھی اچھے ذوق کا آدمی اپنی تعریف یا ایسے واقعہ کا بیان جس میں اس کے لئے داد کا پہلو نکلتا ہو خود کیوں کرے گا۔ یہ تو صرف پیغمبروں کی شان ہے کہ

انھیں اپنی پیغمبری کا اعلان کرنا ہوتا ہے۔ ولی کو بھی اپنی ولایت چھپانی پڑتی ہے اور مولانا تو بقول شاعر "ولی پوشیدہ اور عالم کھلا" کے مصداق ہیں۔

یہ حقیر مضمون نگار اکثر اس بات پر غور کر کے حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ حضرت مولانا کے معاملہ میں قانونِ ارتقاء کیوں ختم ہوگیا۔ ہر مصنف کی تصنیفات درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہیں نقشِ ثانی ہمیشہ نقشِ اوّل سے بہتر ہوتا ہے مگر حضرت مولانا نے وہ مبارک اور مسعود کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ ۲۳ برس کی عمر میں لکھی جس کے متعلق حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے یہ بات لکھی کہ اس کو پڑھ کر اپنے اندر ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔ اس جذبہ کو جانے دیجئے جو پڑھنے والے کے دل میں یہ کتاب پیدا کرتی ہے، یہ ریسرچ اور تحقیق کے اعلیٰ ترین کسوٹی پر پوری اترتی ہے کیونکہ زبردست عقیدت رکھنے کے باوجود حضرت مولانا نے توازن اور احتیاط کا دامن کہیں نہیں چھوڑا۔ پھر تیس برس کی عمر میں ماذا خسر العالم لکھی جس نے عرب دنیا میں ایک ہلچل مچا دی اور اس کی مقبولیت نے عند اللہ اور عند الناس کے عروج پر حضرت مولانا کو پہونچا دیا اور خود ان کے قول کے مطابق عرب دنیا میں حضرت مولانا کی یہ وزیٹنگ کارڈ بن گئی۔ شرقِ اوسط کی ڈائری میں حضرت مولانا نے وہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے جس میں ایک سفیر نے حضرت مولانا کو بحیثیت مصنف جانے بغیر ان سے اس کتاب کی تعریف کی۔ یہ واقعہ ہے کہ ابن خلدون کا فلسفہ تاریخ پر مشہور مقدمہ جس نے یورپ کو حیرت میں مبتلا کر دیا تھا اس کتاب کے آگے گرد ہے۔

پھر تاریخ دعوت و عزیمت کی سیریز سامنے آئی جس میں حضرت مولانا اپنی ملت کے روحانی وارثوں کے نام اور کام کو ایک لوح سیمیں پر ثبت کیا ہے۔ بقول ایک قاری کے "یہ وہ انگارے تھے جو بجھے نہ تھے مگر تاریخ کے خاکستر میں دب گئے تھے"۔ انھیں حضرت مولانا نے کرید کرید کر نکالا اور پھونک پھونک پھر روشن کیا۔ یہ وہ سیریز ہے جس کے حوالے سے لوگ سند اعتبار حاصل کرتے ہیں۔

کاروانِ مدینہ حضرت مولانا کی مختلف تحریروں اور سیرت پر مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین کے تاریخ کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اقبال کا یہ شعر پوری طرح اس کتاب پر منطبق ہے۔

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خط از بغاوتِ خرد است

ایسے ہی حضرت مولانا کی بے مثال کتابیں سامنے آتی گئیں۔ نبی رحمت، المرتضیٰ، پرانے چراغ وغیرہ وغیرہ۔ جو نہ معلوم کتنی زبانوں میں ترجمہ ہوئیں اور نہ معلوم کتنے اڈیشن اجازت سے یا بے اجازت نکلے۔

میں ذرا بھٹک گیا مجھے تو کتاب میرِ کارواں پر اپنے احساسات لکھنے تھے یہ الگ سے بات کیوں شروع کر دی۔ خیر پھر صحیح ڈگر پر آگیا۔

مولانا نے اپنے ممدوح کو بزرگانِ سلف میں سے کسی کا قائم مقام یا مثنیٰ قرار نہیں دیا ہے۔ مولانا کی شخصیت اپنی جگہ منفرد ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کے اہم مسائل پر توجہ کی۔ وطنیت اور حدود اور ثغور سے بالکل الگ۔ قومیت عربیہ کی اصل حقیقت کو پہچانا اور اس کے خلاف نعرۂ جہاد بلند کیا۔

ملک کے اندر الجھے ہوئے سیاسی مسائل ہیں لیکن مولانا اس میں کبھی نہیں الجھے۔ کسی پارٹی کی سفارش نہیں کی اور مسلمانوں کی منزل مقصود نہیں بتایا مختلف جماعتوں سے درخواست کی کہ خونِ مسلم کو ارزانی سے بچائیے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تشخص کو مٹانے کی سازش کے خلاف مردانہ وار کھڑے ہوگئے مسلم پرسنل لا کی حفاظت کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ بندے ماترم جیسے مشرکانہ ترانہ کے متعلق کہا کہ یہ حرام ہے اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر حکومت نے مجبور کیا تو ہم مسلمانوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے بچوں کو اسکولوں سے نکال لیں۔ یہ حضرت مولانا کی شخصیت تھی جس کے زیر اثر گورنمنٹ جھک گئی اور مسلمان بچے اس مشرکانہ عمل سے محفوظ رہے۔

بیرونِ ہند میں حضرت مولانا کی جو مقبولیت ہے اس سے سب واقف ہیں۔ ایک مرتبہ اس راقم نے ایک محفل میں کہا تھا کہ ایسا لگتا ہے کہ حضرت مولانا کی مقبولیت بیرونِ ہند سے ہند میں درآمد ہوئی ہے۔ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے بلکہ کچھ خفا بھی ہوئے لیکن میں نے اپنی رائے نہیں بدلی گو اسے دہرایا نہیں۔

مولانا عبداللہ عباس صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو جو عزت و توقیر عطا فرمائی ہے وہ کسی جماعت۔ درسگاہ یا ادارے قومی یا بین الاقوامی کے صدر یا رکن ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خود آپ کی ذاتی شخصیت نے ان تنظیموں کو فائدہ پہونچایا اور ان کی عزت بڑھائی۔ رابطہ عالم اسلامی کی سالانہ نشست میں ایک سال مولانا شریک نہ تھے تو اس کے سکریٹری جنرل نے کہا کہ مجلس پھیکی معلوم ہو رہی ہے، دوسرے سربراہ نے کہا کہ اگر شیخ ایک گھنٹہ کے لئے بھی سشن میں شریک ہو جائیں تو اس سشن کی عزت بڑھ جائے بہرحال دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف آکسفورڈ۔ پھر ادھر خلیج عرب کی ریاست دوبئی اور شرق بعید کی ریاست برونائی گویا دنیا کے طول و عرض میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسی شخصیت دی جو سب کے لئے باعث افتخار ہے۔

مولانا عبداللہ عباس صاحب نے حضرت مولانا کی زندگی کے ہر پہلو کو لیا ہے۔

کتاب کی ابتدا شکر و اعتراف، عرض ناشر اور تقریب سخن سے ہے۔ مولانا کی لکھی ہوئی تو پوری کتاب ہے مگر ڈاکٹر محسن عثمانی نے جو چند صفحے تحریر کئے ہیں انھیں بھی کتاب کے بہترین صفحوں میں گنا جا سکتا ہے

کتابِ دل کی تفسیر انھوں نے بھی کی ہے گو تفسیر کبیر نہیں ہے۔ ذکر حضرت مولانا کا اور بیان مولانا عبداللہ عباس صاحب کا۔ یہ کتاب اور راز دانوں کے لئے باعث رشک ہو سکتی ہے۔

مولانا عبداللہ عباس صاحب ۵۳ سال سے حضرت مولانا سے وابستہ ہیں اور بقول ان کے سفر و حضر، خلوت و جلوت رنج و راحت کے لمحات بہت نزدیک سے دیکھے ہیں۔ نجی گفتگو بھی سنی ہے اور مجمع عام کا خطاب بھی۔ نشاط و انبساط کے لمحے بھی دیکھے ہیں اور تکدر اور انقباض کی ساعتیں بھی۔ بری بحری اور فضائی سفروں میں رفاقت کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ تین سال تک شاگردی کا شرف بھی حاصل رہا اور ایک مرتبہ شاگرد ہمیشہ شاگرد کے جگت اصول پر کاربند رہے ہیں اور ندوہ کی اس عطا کردہ نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اسلاف کے تمام صالح طریق کار اور عصر جدید میں جو بھی خیر ہے اس کو ساتھ لیکر چلے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت مولانا کی شخصیت و مقبولیت انداز تحریر، اسلوب تقریر، مرکزی خیال، فکری رجحان علمی اور ادبی ذوق اور طرز تحقیق کا پورا بیان ہے۔

اس سیرت ساز گھرانہ کا بیان ہے جس کے حضرت مولانا ایک فرد ہیں۔ دینی عقلیت کے مظاہر ہیں۔ جذب و انجذاب کی داستان ہے۔ خلق سے تعلق خالق کی رضا کے لئے ہے، اس کی وضاحت کی ہے۔ پھر معمولات کا ذکر ہے۔ حضرت مولانا کا طرز تدریس خاص طور پر مطالعہ قرآن کریم کی روشنی میں اس کا بے حد تفصیل سے بیان ہے اور نکتہ آفرینی کے وہبی ذوق پر نگاہ ڈالی ہے۔ عربی تحریر و تقریر کی دل آویزی کے سلسلے میں ایک بڑا لمبا کوٹیشن قلعوں کا ذکر۔ مدرسہ کیا ہے اس کا سیر حاصل بیان عالم عربی سے تعلق۔

غرض مولانا عبداللہ عباس صاحب نے اپنی کتاب میں ہر کجا کہ می نگرم انجمنے ساختہ اند کو صحیح

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جانِ من

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حسب معمول امسال بھی ۱۳ر نومبر ۱۹۹۹ء کو فضیلت اول کے طلباء نے فارغ ہونے والے فضیلت دوم کے طلباء کے اکرام میں الوداعی جلسہ منعقد کیا۔ اس موقع پر فارغ ہونے والے طلباء نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔ جلسہ میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا عبداللہ عباس ندوی مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مفتی محمد ظہور ندوی کے علاوہ اساتذہ و طلباء نے شرکت کی۔ اس موقع پر رخصت ہونے والے طلباء نے حسب ذیل الوداعی نظم پیش کی جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

نتیجۂ فکر: خالد سیف اللہ ندوی۔ | پیش کردہ: شکیل احمد ندوی

الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
الوداع اے بوستاں جس پر فدا ہے جان و تن

الوداع اے میرے پیارے دوستو اے جان جان
الوداع اے ناظم اعلیٰ امیر کارواں
الوداع شمع فروزاں، محترم استادگاں
الوداع اے مخزنِ علم و ادب کے پاسباں
الوداع گل ہائے رنگا رنگ کے پیارے چمن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
مادرِ علمی سے ہے ہم کو بچھڑ جانے کا غم
ہر در و دیوار کو تکتے ہیں ہم با چشم نم،
پڑتے ہیں ہر رہ گزر پر آج رک رک کر قدم
یہ فضا بدلی ہوئی ہے یا کہ کچھ بدلے ہیں ہم
سوچ کر شاید کہاں پائیں گے ایسی انجمن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
یہ جہاں یہ پرفضا ماحول یہ رعنائیاں
رونق شبلی کتب خانہ یہ بزم آرائیاں
پنج وقتہ گونجتی ہے جس جگہ دلکش ازاں
اس جہاں کو چھوڑ کر پہونچیں نہ جانے ہم کہاں
آنے والا دن نہ لائے ساتھ میں رنج و محن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
چھوڑ کر ایسی بہاروں کو چلے جائیں گے ہم
پھر کہیں ایسا سکوں شاید نہیں پائیں گے ہم
یاد میں اس بوستاں کی جب بھی کھو جائیں گے ہم
صبر کی تلقین سے قابو میں دل لائیں گے ہم
یاد رفتہ سے ہی بہلائیں گے ہم سب اپنے من
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
جاتے جاتے دل سے نکلی ہے ہمارے یہ دعا
گلستانِ ندوہ کو سرسبز ہی رکھے خدا
مخزن علم و ہنر سے دور ہو ہر اک بلا
مہرباں ہو ہر طرح سے ہی سدا رب العلیٰ
ہو یہ بس راہِ ترقی پر ہمیشہ گامزن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جانِ من
عین ممکن ہے کہ ہم سے ہو گئی ہوں غلطیاں
آج کے بچھڑے نہ جانے پھر ملیں ہم سب کہاں
معاف کر دیں سارے طلباء اور سب استادگاں
چاہتے ہیں آپ سے یہ ہو نہ کوئی بدگماں
بعد جانے کے نہ دل میں ہو کبھی کوئی چبھن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من
اپنے استادوں کا کرتے ہیں ادا ہم شکریا
جن کی کوشش سے ہی ان ذروں نے پائی ہے ضیا
فضل رب سے التفات بوالحسن نے یہ کیا
گوہر مقصود سے دامن ہمارا بھر دیا
ہے دعا، اچھی صحت دے ان کو رب ذوالمنن
الوداع اے ندوۃ العلماء عزیز از جان من

آپ کی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جائیگی

دینی تعلیمی کونسل کا اجلاس مولانا علی میاں کی زیر صدارت

رخصت ہونیوالی صدی میں کاموں کا احتساب اور آئندہ صدی کا لائحہ عمل طے ہوا

رپورٹ:۔ حسین امین

دینی تعلیمی کونسل نے اپنے صدر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی زیر صدارت اس صدی کے آخری جلسے میں جہاں اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ مولانا کی زیر قیادت کونسل نے متعدد کامیابیاں حاصل کیں اور ہندوستان سے لے کر امریکہ تک میڈیا نے دینی تعلیم سے متعلق مسائل کو مثبت انداز میں پیش کیا وہیں یہ بھی انتباہ دیا کہ مسائل ختم نہیں ہوئے ہیں اور ہم ان اثرات سے مکمل طور پر محفوظ نہیں ہیں جو خاص نظریئے اور کلچر و عقیدے کے فروغ سے متعلق ہیں اور جن کو پیدا کرنے میں خود حکومت ملوث ہے۔

کونسل کے جلسے میں جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں ۲۱ر نومبر ۹۹ء کو ہوا۔ مولانا علی میاں نے نہ صرف شرکت کی بلکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اراکین کونسل کو مبارکباد دی کہ انھوں نے اکثر معاملات میں احتجاج کیا اور کامیابی حاصل کی اور کہا کہ آپ کی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ مولانا علی میاں نے مسلمان بچوں کی ان کی مادری زبان میں دینی تعلیم کو مذہبی فریضہ قرار دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماںؐ پر "اقرأ" کی سورہ کے ذریعہ خطاب کیا جو امی تھے۔ اس لئے آپؐ کی امت کو ہر جگہ ہر زمانے میں صحیح عقیدے پر قائم رکھنے کے لئے دینی تعلیم پر توجہ ضروری ہے۔ ہندوستان میں بھی اس ضرورت کا احساس کیا گیا ہے۔ مولانا علی میاں خاصی دیر تک جلسے میں بیٹھنے اور کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی کی پیش کردہ سابقہ کارروائی کی رپورٹ کی توثیق کے لئے دستخط کرنے اور جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کی زبانی رپورٹ سننے کے بعد ندوہ کے مہمان خانے چلے گئے اور تب ان کی جانشینی مولانا محمد شفیع مونس نے کی جو مولانا رفیق قاسمی کے ہمراہ دہلی سے تشریف لائے تھے اور مولانا مونس نے بچوں کی ابتدائی تعلیم پر خاص توجہ دینے پر زور دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ عائلی قوانین اور بچوں کی تعلیم میں "آپ اور برادران وطن کے خیالات میں بہت فرق ہے"۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو کونسل کے جنرل سکریٹری ہیں اپنی رپورٹ زبانی پیش کی اور اس کا اختتام ان حوصلہ افزا الفاظ پر کیا کہ اگر حقیقت پسندی ہے تو کوئی آپ سے کچھ نہیں چھین سکتا، جمہوریت بہر حال جمہوریت ہے۔ اخلاقی طاقت، ایمان اور کردار کو کامیابی کی ضمانت قرار دیا۔ انھوں نے تنظیم کو مضبوط اور خود کفیل بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے حکومت کے ان احکامات کو پڑھ کر سنایا جو سنسکرت کو لازمی قرار دینے، وندے ماترم لازمی کرنے، اسکول کو آشرم کی شکل دینے، بھوجن منتر وغیرہ سے متعلق تھے اور جس کا نوٹس کونسل نے لیا اور پھر مولانا علی میاں نے اپنا بیان دیا جس کے بعد بھارت ماتا کی پوجا وغیرہ کا حکم واپس لیا گیا۔ اس کامیابی پر ہم نے بہر حال کوئی جشن نہیں منایا۔ یہ پہلا موقع تھا جب ایک دھماکہ ہوا اور انگریزی میڈیا جو مسلمانوں کی خبر چھاپنے سے پرہیز کرتا تھا۔ ٹی وی یہاں تک کہ وائس آف امریکہ نے مثبت رویہ اختیار کیا یہ بہت اہم واقعہ تھا۔ لیکن ہمیں اپنے کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہئے، انھوں نے یاد دلایا کہ علمی اداروں کو آئی ایس آئی کا اڈہ بتایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مسئلہ کسی فرد کا نہیں اجتماعی ہے، اس لئے سب کو مل کر کام کرنا چاہئے۔ کونسل کا مزاج کبھی جارحانہ نہیں رہا ہے اگر اپنی بات آئینی اور مضبوط بنیاد پر کہی جائے اور اگر پیچھے کوئی طاقت ہو قانونی اور اخلاقی نوعیت کی تو اور مضبوطی آئے گی۔ اس ملک میں مقامی اداروں کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے ورنہ مشکل ہوگی انھوں نے کہا کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حکومت، میڈیا اور برادران وطن کو بتائیں کہ مدرسہ کیا ہے؟ دارالعلوم کیا ہے؟ مکتب کیا ہے اور اسکول کیا ہے؟ تاکہ بدگمانیاں دور ہوں۔ ہماری مطبوعات بھی سب کو لینا چاہئے۔

ڈاکٹر قریشی نے ملائم سنگھ یادو حکومت میں اردو اساتذہ کے تقرر اور اردو مترجمین کے تقرر کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ اس وقت کی حکومت کی دلچسپی کی وجہ سے مسٹر سید حامد کی زیر صدارت مائنارٹیز ایسوسی ایشن کی کوشش کے نتیجے میں ۶ سو اداروں کو اقلیتی تسلیم کیا گیا لیکن موجودہ حکومت میں ڈھائی ہزار درخواستیں پڑی ہیں۔

حبیب اللہ اعظمی صاحب نے حکومت کی تعلیمی پالیسی پر روشنی ڈالی جو ایک مخصوص کلچر، مذہب اور زبان اور نظریات کو مسلط کرتی ہے۔ پرائمری اسکولوں کو پنچائتوں کے تحت کر دیا گیا ہے جس سے تعلیمی معیار گرے گا اور تعلیم میں سیاست داخل ہوگی۔ انھوں نے بتایا کہ اسکولوں میں "شکشا سٹر" کا عہدہ قائم کیا

جارہا ہے جو مخصوص مذہب کو مسلط کریں گے۔

کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے جو کارروائی چلا رہے تھے دینی تعلیمی تحریک پر روشنی ڈالی جس کے بانی قاضی عدیل عباسی صاحب ایڈوکیٹ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ قاضی صاحب تھے جنھوں نے اس شرط کو پورا کرنے کے لئے کہ جس جگہ دس بچے ہوں گے وہاں اردو ٹیچر رکھا جائے گا تین سو بچوں کا ایک جلوس انسپکٹر آف اسکولس کے دفتر پہنچا جسے دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے۔ اس طرح ارباب اقتدار میں یہ دبی ہوئی خوشی فکر میں بدل گئی کہ دس بچوں کی شرط کون پوری کرے گا۔ انھوں نے ایک واقعہ یہ بھی بتایا کہ مولانا حفظ الرحمٰن نے قاضی صاحب سے سوال کیا تھا کہ دینی تعلیم کی اتنی بڑی تحریک کے لئے سرمایہ کہاں سے آئے گا تو قاضی صاحب نے چٹکی کے نظام سے تحریک چلا کر ان کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ انھوں نے اس تحریک میں مولانا علی میاں کی دلچسپی اور سرگرمی کا ذکر کیا کہ کس طرح وہ تحریک کے لئے سفر کرتے تھے اور اس کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ اس جلسے کا بجٹ اس بات کو نظر میں رکھ کر تیار کیا گیا ہے کہ نئی صدی میں داخل ہوتے وقت رخصت ہونے والی صدی میں اپنی کارکردگی کا جائزہ لیں اور اپنا احتساب کریں۔ انھوں نے کہا کہ ہماری کوشش ہے کہ پرائمری درجات میں بچے مادری زبان میں پڑھیں اور وہ عقیدۂ توحید پر قائم رہیں انھوں نے قرارداد پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے قرارداد مولانا علی میاں سے متعلق پیش کی جس میں ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کی تحریکیں چلیں اور کامیابی بھی ہوئی۔ مولانا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے صحت کاملہ کی دعا کی گئی ان تمام لوگوں کا شکریہ بھی ادا کیا گیا جنھوں نے بندے ماترم کے حکم پر عمل نہ کرنے کے رویہ میں ساتھ دیا اور کہا کہ ہم اس ضمن میں ساتھ دینے والی تنظیموں اور مدارس کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں خاص طور سے میڈیا کا۔ قرارداد میں ملک کے دانشوروں سے اپیل کی گئی کہ ہر اس مہم کی مخالفت کی جائے جو ملک کے مفادات کو متاثر کرے، مسلم علماء سے اپیل کی گئی کہ مسلمانوں میں صحیح شعور پیدا کریں، نفرت کے ماحول کی مخالفت کریں اور آر ایس ایس کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں ارباب اختیار کو باخبر کریں تعلیمی اداروں سے اپیل کی گئی کہ تعلیم کو معیاری بنایا جائے، دینی تعلیمی تحریک کو فعال بنانے میں تعاون دیا جائے، علماء اور اراکین سے اپیل کی گئی کہ دینی تعلیمی کونسل کی شائع کردہ کتابوں کے جعلی نسخوں پر نظر رکھی جائے، یہ بات باعث تشویش ہے۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ سرکاری طور پر منظور شدہ درسی کتابوں سے منافرت پھیلانے والے مواد کو خارج کیا جائے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو مجاز کیا گیا کہ سکریٹریوں کی تعداد تین سے بڑھا کر سات کرنے کے سلسلے میں اور یوپی کو چار زونوں میں تقسیم کرنے کی بابت لائحہ عمل تیار کریں۔

جلسے میں یوپی کے ممتاز وکیل عبدالمنان صاحب ایڈوکیٹ ہائی کورٹ نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صدر جمہوریہ ہند کے خطبے میں دستور پر نظر ثانی کرنے کے ارادے میں پنہاں اس خطرے سے آگاہ کیا کہ بنیادی حقوق سلب کرنے کے لئے آرٹیکل ۳۵ ر۲۵ اور ۳۶ میں ترمیم کی جائے گی۔ اور کہا کہ اس ارادے کا سختی سے مقابلہ کرنا ہے۔ ہائی کورٹ کے ہی ایک ممتاز وکیل مسٹر ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ نے کہا کہ ہمیں خود درسی کتابوں کا جائزہ لینا چاہئے اور مختلف اسکولوں کے اساتذہ سے رابطہ رکھنا چاہئے تاکہ پتہ رہے کہ کتابوں میں کوئی قابل اعتراض مواد تو نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب کا ذکر کیا جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی ہوئی ہے انھوں نے عدالتی فیصلوں پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ اگر کوئی فیصلہ اپنے خلاف ہوا ہو تو اس لحاظ سے عدالتی چارہ جوئی کی جاسکے۔ جلسے میں علی گڑھ کی ایک ممتاز شخصیت پروفیسر نفیس نے بتایا کہ کس طرح وہاں ارتداد کی ایک لہر چل پڑی تھی اور اس کا مقابلہ کیا گیا۔ یوپی کے کم سے کم آٹھ شہروں میں ارتداد کی لہر چل رہی ہے جس کا سبب سیمی، قادیانی، اور آریا سماجی اسکول ہیں اور مسلم عوام کی دین سے دوری اور غربت ہے۔ بہرحال مسلمانوں کے اسکولوں کے سبب سے ہیں۔ بستی کے ارشد عباسی صاحب نے کہا کہ ان کی انجمن تعلیمات دین سے ۹۲ مدرسے ملحق ہیں۔ انھوں نے تعلیم میں ایک متوازی نظام کی ضرورت پر زور دیا کیونکہ حکومت کے محکمہ تعلیم کا نجی کرن ہونے والا ہے۔ شاہ جہاں پور کے محمد رضا نے کہا کہ سرکاری اسکولوں میں بچوں کو جو وظیفہ دیا جارہا ہے اس سے ہمارے مکتبوں کو نقصان پہونچ رہا ہے کیونکہ بچے وظیفے کی لالچ میں چلے جاتے ہیں بدھارتنگر کے اسحاق عثمانی صاحب نے تعلیمی معیار کے زوال پر تشویش ظاہر کی۔ مولانا رفیق قاسمی نے بچوں کی تربیت پر زور دیا اور اس سلسلے میں ڈاکٹر قریشی نے کونسل کی سرگرمی کا ذکر کیا۔ مولانا قاسمی نے چاہا کہ مسلکی بٹوارہ ختم ہو جو دینی تعلیم کی اسپرٹ کے خلاف ہے اور ضرورت ہے کہ میدان عمل میں اترا جائے، مختلف تنظیموں کا تعاون حاصل کیا جائے، انھوں نے تعلیم بالغان کی ضرورت پر بھی زور دیا اور اس پر تشویش ظاہر کی کہ آٹھ شہروں میں ارتداد کی لہر ہے، اجلاس سے خطاب اور شرکت کرنے والوں میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، ڈاکٹر کلیم اللہ خاں، چودھری شرف الدین، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، شفیق احمد ایڈوکیٹ (میرٹھ) محمد رضا (شاہجہانپور) مولانا برہان الدین سنبھلی، عمار سنبھلی، اور مولانا سید اسحاق حسینی ندوی شامل تھے۔

(بذریعہ انڈیپنڈنٹ نیوز سروس لکھنؤ)

یاد یارِ مہرباں

مولانا ابوالبرکات فاروقی ندوی کی وفات

مولانا عبداللہ عباس ندوی

اندور کے مدرسہ ریاض العلوم کے مؤسس اور ناظم اعلیٰ مولانا ابوالبرکات فاروقی ندوی کا، ۱۰ نومبر ۱۹۹۹ء کو سحر کے وقت انتقال ہوگیا۔ موصوف ندوۃ العلماء کے فاضل اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ان فضلاء میں تھے جنھوں نے اس کے ابتدائی زمانہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جبکہ علامہ شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ اس کے نائب صدر تھے۔ اور علامہ شیخ محمد بن ناصر العبودی امین عام تھے۔ اس بیچ کے اکثر طلبہ نائجیریا، یوگنڈہ، نیجر، اور دوسرے افریقی ممالک میں افریقی بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مبعوث کئے جاتے تھے۔ اگر مولانا ابوالبرکات چاہتے تو بغیر کسی دشواری کے کہیں نہ کہیں بھیج دیئے جاتے۔ اور ایک آسودہ حال زندگی گذارتے۔ لیکن انھوں نے جامعہ اسلامیہ کے مقاصد دعوت اور ندوۃ العلماء کی مقصدیت تعلیم و دعوت دونوں کو ہمیشہ ترجیح دی اور اپنے وطن میں ایک بہت سنگلاخ زمین میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس میں ان کو جان توڑ محنت کرنا پڑی۔ اور ایسے عناصر سے نمٹنا پڑا جو ندوۃ العلماء اور مدینہ منورہ کے فارغ کو سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے تھے اور ان کی طرف سے اس درجہ سختی تھی کہ وہاں اپنا مدرسہ قائم کرکے پیر جمانا تو بڑی بات ہے وہاں سے گذرنا مشکل تھا۔ مالی بے سروسامانی اپنی جگہ پر تھی۔ مگر مرحوم نے اپنے ایمانی جوش، عالمانہ اخلاص اور اللہ کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے زمین شور میں سنبل اگایا۔

ان کے رفقاء سے میں نے سنا ہے کہ جب مدرسہ کی ابتدائی کوٹھریاں تعمیر ہو رہی تھیں اور اس وقت وہ سرزمین جو ایک ویرانہ تھی زہریلے کیڑوں اور سانپ بچھو کی کثرت تھی اور دوسری طرف سامانِ عمارت کی حفاظت کے لئے کسی کا رہنا بھی ضروری تھا مولانا ابوالبرکات نے وہاں راتیں گذاریں اور اللہ پر بھروسہ کرکے ہر قسم کے خطرات کا تنہا مقابلہ کیا۔ اب وہ مدرسہ اس کی خوشنما اور مضبوط مسجد ان کی ہمت کی نشانی ہے۔ اور مدرسہ عزم و کردار کی کہانی ہے۔

مولانا ابوالبرکاتؒ نے اپنے کام کی تکمیل کے لئے سفارشوں اور امت کے معروف افراد کے توسط کا سہارا نہیں لیا، ان کا کام ان کے مدرسہ کی خود سفارش کر رہا تھا۔ بیرونِ ملک و اندرونِ ملک کے جو افراد وہاں گئے انھوں نے اپنی آنکھوں سے جو دیکھا اس بنا پر جو خدمتیں کرسکتے تھے کرتے رہے، مرحوم نے زندگی بھر جان توڑ محنت کی، اپنا نام اونچا کرنے کے بجائے دین کی سربلندی کو پیش نظر رکھا، مرحوم فاروقی نے اپنے عمل سے ایک نمونہ پیش کر دیا کہ اگر کوئی جدوجہد اخلاص کے ساتھ کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید حاصل ہوتی ہے۔

وہ ندوہ کے قابلِ احترام فرزند تھے۔ جس نے ندوہ کے رسوخ اور نفوس سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا جتنا کہ اس کا نام بلند کیا۔ وہ مرشد و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے قابلِ اعتماد افراد میں تھے، اور حضرت مولانا نے گذشتہ رمضان میں با اس کے بعد ان کو اجازت مرحمت فرمائی تھی امید ہے کہ ان کے اخلاف اور احباب اور معاونین اس ادارے کو باقی رکھیں گے اور پروان چڑھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اور ان کے عمل کو امت کے لئے نمونہ بنالے

(بقیہ) میر کارواں

کر دکھایا ہے۔ میں اس مضمون کو ختم کر رہا ہوں اس اقرار کے ساتھ کہ

ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر براہ راست رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele.: Add Cupkettle Tel.: 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

شبِ قدر

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

شبِ قدر کثرتِ عبادت نفل نمازوں کے اہتمام، تلاوتِ قرآن، ذکر الٰہی، توبہ و مناجات، دعا و استغفار اور اثابت و مغفرت کی شب ہے۔

رسولِ اکرمؐ رمضان المبارک میں عموماً اور اس کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں خصوصاً عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تعلیم و ترغیب دیتے تھے، اور وہ شب قدر کی تلاش و جستجو میں بڑا مجاہدہ اور شب بیداری کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں وہ مجاہدہ کرتے اور مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے (پوری رات ذکر و عبادت، تلاوت و مناجات، دعا و استغفار میں مشغول رہتے) اور اپنے گھر کے لوگوں (یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین) کو بھی جگا دیتے (تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں۔ (صحیح بخاری)

ان حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ شب قدر زیادہ تر عشرۂ اخیر کی طاق راتوں (یعنی اکیسویں یا تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں۔ ہم میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح پوشیدہ اور مبہم رکھا کہ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم کا نزول شب قدر میں ہوا۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم کا نزول ماہ رمضان المبارک میں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شب قدر رمضان المبارک کی راتوں میں سے کوئی رات تھی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس کا زیادہ امکان ہے۔ اس لئے ان راتوں کا خاص اہتمام کیا جائے۔ لیکن آپؐ نے کسی رات کے بارے میں تعیین نہیں فرمائی اس عدم تعیین کی بڑی حکمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کی رضا کے طالب بندے مختلف راتوں میں عبادت، ذکر و تلاوت اور دعا و استغفار کا اہتمام کریں۔ اور ایسا کرنے والوں کی کامیابی یقینی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں۔ اور ہر اس بندے کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خیال تھا کہ شب قدر عموماً رمضان المبارک کی ستائیسویں ہی تاریخ میں ہوتی ہے، اور بہت سے اصحاب ادراک اور علماء کبار کا تجربہ بھی یہی ہے کہ وہ زیادہ تر ستائیسویں شب میں ہوتی ہے اس لئے مسلمان عام طور پر اسی رات میں عبادت، دعا و استغفار، ذکر و تلاوت کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون رات شب قدر ہے تو میں اس رات کو اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ عرض کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(مسند احمد، جامع ترمذی)

اے میرے اللہ تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور بڑا کرم فرمانے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرما دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رمضان المبارک کی آخری شب میں آپؐ کی امت کے لئے مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے، آپؐ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شب قدر تو نہیں ہوتی لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کر لے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے۔ (مسند احمد)

اس حدیث نبوی سے یہ معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کی آخری شب بھی خاص مغفرت کی شب ہے۔ مگر اس شب میں مغفرت اور بخشش کا فیصلہ انہی بندوں کے لئے ہوگا جو رمضان المبارک کے اعمال خاص روزہ، نماز، اوراد و وظائف اور ذکر و عبادت، دعا و استغفار کر کے اس کا استحقاق پیدا کر لیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کرنے کی توفیق دے اور بخشش و مغفرت کا فیصلہ فرمائے (آمین)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کوئی شخص رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے یا نہیں؟

ج:۔ جس دن اعتکاف توڑ دیا ہو فقط اس دن کے اعتکاف کی قضا روزہ کے ساتھ ضروری ہے بقیہ دنوں کی قضا ضروری نہیں، البتہ اگر کوئی شخص رمضان کے بعد پورے عشرہ کی قضا مع الصوم کرلے تو بہتر ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تو اعتکاف برقرار رہے گا یا نہیں؟

ج:۔ اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اعتکاف باقی نہ رہے گا خلاصۂ کسی جرم میں حاکم کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کرے جائے یا کسی کا قرض دار ہو اور وہ اس کو باہر پکڑ لے جائے یا کسی شرعی طبعی ضرورت سے باہر نکلے اور قرض خواہ وہیں روک لے ان تمام صورتوں میں اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

س:۔ کیا اعتکاف کی حالت میں خاموش رہنا مکروہ ہے؟

ج:۔ حالت اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے معتکف کو چاہئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے ذکر میں مشغول رہے یا کسی دینی کتاب کا مطالعہ کرے بالکل خاموش نہ بیٹھا رہے۔

س:۔ کیا معتکف اپنے گھر جا کر کھانا لا سکتا ہے؟

ج:۔ نہیں! اپنے گھر کھانا لانے نہیں جا سکتا ہے اس کا انتظام کرنا ہوگا۔

س:۔ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا کام پورا ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

ج:۔ مذکورہ صورت میں اعتکاف کرنا واجب ہے نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

س:۔ رمضان کے آخری عشرے کے اعتکاف کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

ج:۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا سنت کفایہ مؤکدہ ہے، اگر اہل محلہ میں سے کوئی بھی محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرے تو سارے محلہ والوں کی طرف سے کافی ہوگا، ورنہ سارے محلہ والے گنہگار ہوں گے۔

ضرورت سفیر و معلمات الشہداء

مدرسہ رحمانیہ ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ کے لئے تجربہ کار سفیر و پرائمری درجات کے لئے معلمات کی ضرورت ہے۔ خواہشمند حضرات و خواتین درج ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں۔

HIFZUR RAHMAN NADWI
MADRASA RAHMANIA
IBRAHIMPUR AZAMGARH,
PIN. 276403 (U.P.)

بہارِ رمضان

قمر رام نگری

ہر طرف اللہ کی رحمت ہی رحمت دیکھئے
آئیے رمضان کی یہ خیر و برکت دیکھئے

کھانے پینے میں ہے ملتی کیسی لذت دیکھئے
ایک ساتھ افطار کرنے کی بدولت دیکھئے

گوشہ گوشہ روح پرور چپہ چپہ خلد زار
ہو جو جنت دیکھنی دنیا میں جنت دیکھئے

ہر طرف افطاری و سحری کی ہے کیا دھوم دھام
آئیے اور روزہ داروں کی ضیافت دیکھئے

بھوکے پیاسے رہ کے بھی ہیں کتنے خوش اور مطمئن
روزہ داروں کی ذرا روزے کی حالت دیکھئے

ان کے منہ کی بو بھی ہے مشکِ ختن سے بھی سوا
مومنوں سے ان کے رب کی یہ محبت دیکھئے

مچھلیاں دریا کی کرتی ہیں دعائے مغفرت
اللہ اللہ روزہ داروں کی یہ قیمت دیکھئے

رزق بڑھ جاتا ہے بیشک مومنوں کا ان دنوں
سحری و افطار میں اس کی شہادت دیکھئے

عرش سے ہر روز دی جاتی ہے رحمت کی نوید
اللہ اللہ اپنے رب کی شانِ رحمت دیکھئے

رکھتی ہے کس شوق سے روزے پہ روزے تیس دن
تاجدارِ گنبد خضرا کی امت دیکھئے

ہے تراویح و تہجد اور روزے کے عوض
آخرت میں ہم کو جنت کی بشارت دیکھئے

روزہ داروں کو ملائک پیش کرتے ہیں سلام
ہم غلامانِ شہِ طیبہ کی عظمت دیکھئے

کس طرح اک ساتھ ہوتے ہیں نمازی سجدہ ریز
آکے مسجد میں نماز باجماعت دیکھئے

لطف کتنا روزے میں آتا ہے اب کیسے کہیں
روزہ رکھ کر آپ بھی اس کی مسرت دیکھئے

اس مہینے میں قسم نازل ہوا قرآن پاک!
دے رہا ہے اس کی خود قرآں شہادت دیکھئے

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے ولی عہد عبداللہ بن عبدالعزیز نے اپنے ایک اخباری بیان میں بڑے اہم اقدامات کرنے کا اعلان کیا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ مملکت سعودی عربیہ کو نئے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے اقتصادی طور پر کھول دیا جائے گا منجملہ ان اقدامات کے مملکت کو بین الاقوامی تجارت کے لئے بھی کھول دیا جائے گا اور اس راہ میں حائل تمام حدود و قیود و شرائط کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور مملکت سعودی عربیہ میں مقیم غیر ملکیوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ سعودی عرب میں سرمایہ کاری کریں بلکہ اب شاید اس کی بھی اجازت ہوگی کہ وہ سعودی عرب میں جائداد کے مالک بن سکیں خواہ یہ سرمایہ کاری کے ضمن میں ہو یا اپنی ذاتی رہائش کی خاطر یہ سب اقدامات مملکت کی اقتصادی پالیسی میں آئندہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھیں گے۔

● ازبکستان کی حکومت کے اعلان کے مطابق ملک میں علمائے دین کی کمی کو پورا کرنے اور مستقبل میں دینی رہنمائی کا مکمل نظام ترتیب دینے کی غرض سے ایک اسلامی یونیورسٹی اور متعدد ایسے اسکول قائم کئے جائیں گے جن میں دینی و شرعی علوم کی تدریس کا مکمل بندوبست ہوگا اور وہاں سے فارغ طلباء کو امام اور خطیب کی ڈگریاں دی جائیں گی، ملک کے صدر کے اس اعلان کے بموجب آئندہ چند ماہ میں یونیورسٹی کی سطح پر شرعی علوم کی تدریس کا آغاز کر دیا جائے گا، نیز اس یونیورسٹی میں داخلے کے قابل طلباء تیار کرنے کی غرض سے معاہد اور اسکولز بھی قائم کئے جائیں گے۔

● ازبکستان کے مہوبا ضلع میں ایک نوجوان عورت اپنے شوہر کی جلتی چتا میں کود کر اپنی جان دے دی اس وقت وہاں سیکڑوں کی تعداد میں لوگ موجود تھے مگر کسی نے بچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ دلہن کی طرح سجی عورت نے جب خود کو شوہر کی چتا کے سپرد کیا تو وہاں موجود لوگوں نے "ستی ماتا" کے نعرے لگائے۔ (۱۶ نومبر دعوت)

● جدہ۔ رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ العبید نے یورپی ملکوں پر زور دیا ہے کہ وہ چیچنیا میں قتل و غارت گری کی روک تھام کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ انھوں نے یورپی یونین پارلیمنٹ کی سربراہ کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں یونین کے ملکوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ وہاں مقیم مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ انھوں نے بوسنیا اور کوسوو کے سلسلے میں یونین کے موقف کو سراہا۔

● اسرائیل سے جاری ہونے والی رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق اسرائیل کی ہر تیسری خاتون کے ساتھ زندگی میں کم سے کم ایک بار ظلم و زیادتی کی جاتی ہے اور صرف ۱۰ فیصد خواتین پولیس کو اپنے ساتھ کی جانے والی زیادتی کی رپورٹ درج کراتی ہیں رپورٹ کے مطابق گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں گیارہ ہزار ۶ سو ۹۹ اسرائیلی عورتوں پر ظلم و زیادتی کی گئی ہے ۸۰ فیصد ایسی خواتین ہیں جن پر ان کے قریبی رشتہ داروں نے ظلم و زیادتی کی ہے۔ زیادتی کی شکار ۶۰ فیصد خواتین کی عمر ۱۸ برس سے کم بتائی گئی ہے۔

یہودی معاشرہ میں عورتوں کو مردوں کے مساوی مقام و حقوق حاصل نہیں ہیں، یہودی عورتیں مردوں کے ساتھ عبادت میں حصہ نہیں لے سکتیں۔

رانچی میں
تعمیر حیات حاصل کریں
تاج بکڈپو۔ مین روڈ۔ رانچی

قنوج کے قدیم مشہور و معزز کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ" اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون:- ۳۴۴۳۵
محمد لبیب محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

دارالعلوم ندوۃ العلماء

تعارف • خدمات • ضروریات

دارالعلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ سو سال سے زائد ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر علمی و دینی خدمات انجام دی ہیں۔ عرصۂ دراز سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان حسب توفیق کوشاں ہیں۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، ماریشس اور دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلہ کی درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوۃ العلماء بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور وہاں کے طلبہ میں اس کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے۔ ان اسباب کی بناء پر داخلوں کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔

قارئین اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دیگر دینی مدارس مسلمانوں کے مالی تعاون سے ہی چلتے ہیں، اور یہ ان کے لئے صدقہ جاریہ اور ثواب آخرت کا ذریعہ ہے، دینی تعلیم کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، خاص طور پر ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں یہ ذمہ داری خود ملت کو انجام دینا ہوتا ہے اس لئے بھی ان کے تعاون کی ضرورت بڑھی ہوئی ہے۔ ندوۃ العلماء اپنے مرکزی ادارہ دارالعلوم اور اس کی مقامی شاخوں کی پوری مالی ذمہ داری انجام دیتا ہے ان سب میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس اس کے علاوہ ہیں جو ملک کے مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی جزوی ذمہ داری بھی ندوۃ العلماء پر ہے۔ ندوۃ العلماء میں تعلیمی شعبے کے ساتھ کئی شعبے اصلاح و تربیت اور دعوت و ارشاد کے بھی ہیں۔ اس طرح ندوۃ العلماء پر مالی اور دینی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے مصارف کا بڑا بوجھ ہے جو دینی و ملی درد رکھنے والے مسلمانوں کے تعاون سے ہی اٹھایا جاتا ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے، ہماری پُرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد و حساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

(مولانا) محمد رابع حسنی ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

(مولانا) عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم۔ ندوۃ العلماء)

(پروفیسر) وصی احمد صدیقی
(معتمد مال ندوۃ العلماء)

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے۔ چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:-

ناظم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷
NAZIM.NADWATUL ULAMA. P.O.BOX 93-LUCKNOW-226007

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

FORTNIGHTLY

TAMEER - E - HAYAT

NADWATUL - ULAMA, LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs. 6/-

2000

ذیقعدہ۔ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مارچ MAR

	5 ۲۸	12 ۵	19 ۱۲	26 ۱۹		
	6 ۲۹	13 ۶	20 ۱۳	27 ۲۰		
	7 ۳۰	14 ۷	12 ۱۴	28 ۲۱		
1 ۲۴	8 ۱	15 ۸	22 ۱۵	29 ۲۲		
2 ۲۵	9 ۲	16 ۹	23 ۱۶	30 ۲۳		
3 ۲۶	10 ۳	17 ۱۰	24 ۷	31 ۲۴		
4 ۲۷	11 ۴	18 ۱۱	25 ۱۸			

رمضان۔ شوال ۱۴۲۰ھ جنوری JAN

30 ۲۲	2 ۲۳	9 ۱	16 ۸	23 ۱۵		
31 ۲۳	3 ۲۵	10 ۲	17 ۹	24 ۱۶		
	4 ۲۶	11 ۳	18 ۱۰	25 ۱۷		
	5 ۲۷	21 ۴	19 ۱۱	26 ۱۸		
	6 ۲۸	13 ۵	20 ۱۲	27 ۱۹		
	7 ۲۹	14 ۶	21 ۱۳	28 ۲۰		
1 ۲۳	8 ۳۰	51 ۷	22 ۱۴	29 ۲۱		

شوال۔ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ فروری FEB

	6 ۲۹	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱		
	7 ۱	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲		
1 ۲۴	8 ۲	15 ۹	22 ۱۶	29 ۲۳		
2 ۲۵	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷			
3 ۲۶	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸			
4 ۲۷	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹			
5 ۲۸	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰			

ذیقعدہ۔ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۴۲۱ھ اپریل APR

30 ۲۲	2 ۲۶	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷		
	3 ۲۷	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸		
	4 ۲۸	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹		
	5 ۲۹	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰		
	6 ۳۰	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱		
	7 ۱	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲		
1 ۲۵	8 ۲	15 ۹	21 ۱۶	29 ۲۳		

صفر۔ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مئی MAY

	7 ۲	14 ۹	21 ۱۶	28 ۲۳		
1 ۲۵	8 ۳	15 ۱۰	22 ۱۷	29 ۲۴		
2 ۲۶	9 ۴	16 ۱۱	23 ۱۸	30 ۲۵		
3 ۲۷	10 ۵	17 ۱۲	24 ۱۹	31 ۲۶		
4 ۲۸	11 ۶	18 ۱۳	25 ۲۰			
5 ۲۹	12 ۷	19 ۱۴	26 ۲۱			
6 ۱	13 ۸	20 ۱۵	27 ۲۲			

صفر۔ محرم ۱۴۲۱ھ جون JUN

	4 ۱	11 ۸	18 ۱۵	25 ۲۲		
	5 ۲	12 ۹	19 ۱۶	26 ۲۳		
	6 ۳	13 ۱۰	20 ۱۷	27 ۲۴		
	7 ۴	14 ۱۱	21 ۱۸	28 ۲۵		
1 ۲۷	8 ۵	15 ۱۲	22 ۱۹	29 ۲۶		
2 ۲۸	9 ۶	16 ۱۳	23 ۲۰	30 ۲۷		
3 ۲۹	10 ۷	17 ۱۴	24 ۲۱			

ربیع الاول۔ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ جولائی JUL

30 ۲۷	2 ۲۹	9 ۶	16 ۱۳	23 ۲۰		
31 ۲۸	3 ۳۰	10 ۷	17 ۱۴	24 ۲۱		
	4 ۱	11 ۸	18 ۱۵	25 ۲۲		
	5 ۲	12 ۹	19 ۱۶	26 ۲۳		
	6 ۳	13 ۱۰	20 ۱۷	27 ۲۴		
	7 ۴	14 ۱۱	21 ۱۸	28 ۲۵		
1 ۲۸	8 ۵	15 ۱۲	22 ۱۹	29 ۲۶		

ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخر اگست AUG

	6 ۵	13 ۱۲	20 ۱۹	27 ۲۶		
	7 ۶	14 ۱۳	21 ۲۰	28 ۲۷		
1 ۲۹	8 ۷	15 ۱۴	22 ۲۱	29 ۲۸		
2 ۱	9 ۸	16 ۱۵	23 ۲۲	30 ۲۹		
3 ۲	10 ۹	17 ۱۶	24 ۲۳	31 ۱		
4 ۳	11 ۱۰	18 ۱۷	25 ۲۴			
5 ۴	12 ۱۱	19 ۱۸	26 ۲۵			

جمادی الآخر۔ رجب ۱۴۲۱ھ ستمبر SEP

	3 ۴	10 ۱۱	17 ۱۸	24 ۲۵		
	4 ۵	11 ۱۲	18 ۱۹	25 ۲۶		
	5 ۶	12 ۱۳	19 ۲۰	26 ۲۷		
	6 ۷	13 ۱۴	20 ۲۱	27 ۲۸		
	7 ۸	14 ۱۵	21 ۲۲	28 ۲۹		
1 ۲	8 ۹	15 ۱۶	22 ۲۳	29 ۳۰		
2 ۳	9 ۱۰	16 ۱۷	23 ۲۴	30 ۳۱		

رجب۔ شعبان ۱۴۲۱ھ اکتوبر OCT

1 ۲	8 ۹	15 ۱۶	22 ۲۳	29 ۱		
2 ۳	9 ۱۰	16 ۱۷	23 ۲۴	30 ۲		
3 ۴	10 ۱۱	17 ۱۸	24 ۲۵	31 ۳		
4 ۵	11 ۱۲	18 ۱۹	25 ۲۶			
5 ۶	12 ۱۳	19 ۲۰	26 ۲۷			
6 ۷	13 ۱۴	20 ۲۱	27 ۲۸			
7 ۸	14 ۱۵	21 ۲۲	28 ۲۹			

شعبان۔ رمضان ۱۴۲۱ھ نومبر NOV

	5 ۸	12 ۱۵	19 ۲۲	26 ۲۹		
	6 ۹	13 ۱۶	20 ۲۳	27 ۳۰		
	7 ۱۰	14 ۱۷	21 ۲۴	28 ۱		
1 ۴	8 ۱۱	15 ۱۸	22 ۲۵	29 ۲		
2 ۵	9 ۱۲	16 ۱۹	23 ۲۶	30 ۳		
3 ۶	10 ۱۳	17 ۲۰	24 ۲۷			
4 ۷	11 ۱۴	18 ۲۱	25 ۲۸			

رمضان۔ شوال ۱۴۲۱ھ دسمبر DEC

31 ۴	3 ۶	10 ۱۳	17 ۲۰	24 ۲۷		
	4 ۷	11 ۱۴	18 ۲۱	25 ۲۸		
	5 ۸	12 ۱۵	19 ۲۲	26 ۲۹		
	6 ۹	13 ۱۶	20 ۲۳	27 ۳۰		
	7 ۱۰	14 ۱۷	21 ۲۴	28 ۱		
1 ۴	8 ۱۱	15 ۱۸	22 ۲۵	29 ۲		
2 ۵	9 ۱۲	16 ۱۹	23 ۲۶	30 ۳		
3 ۶	10 ۱۳	17 ۲۰	24 ۲۷			

SUN	اتوار
MON	پیر
TUE	منگل
WED	بدھ
THU	جمعرات
FRI	جمعہ
SAT	سنیچر

2000

۱۴۲۰ھ

2000

Unique Computer Center 2, Shahab Market, Nadwa Road, Lucknow, Ph. 33477

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : الامام عبد الحی الکنوی (عربی)
تالیف : ڈاکٹر ولی الدین ندوی
صفحات : ۳۳۹ ۔ سائز : ۱۸×۲۲/۸
ملنے کا پتہ : جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور (یوپی)

سرزمین ہند پر خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور اس کے فضل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں بعض وہ مبارک اور عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے علمی دینی اور روحانی فیض نے اس ملک کو چار چاند لگا دیئے اور جن کی وجہ سے ہندوستان کا شہرہ دنیا کے کونے کونے اور گوشہ گوشہ تک پہونچا۔

انھیں شخصیتوں میں مفسر کبیر و محدث جلیل علامہ عبد الحی لکھنوی علیہ الرحمہ کی عظیم شخصیت ہے جنھوں نے قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ، صرف و نحو، منطق و فلسفہ اور حکمت و بلاغت کی جس طرح اپنی ۳۹ سال اور ۴ ماہ کی مختصر عمر میں اتنی بڑی خدمت انجام دی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے!

پیش نظر کتاب علامہ عبد الحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کی سیرت و شخصیت پر مبنی عربی زبان میں ایک اہم کتاب ہے۔ جس میں علامہ کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں اور اہم اہم گوشوں پر ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے، الفصل الاول میں "نشأته وحياته" کے ضمن میں علامہ کی ولادت و طفولیت، تعلیم و تربیت، مطالعہ کا شوق، فن تفسیر و حدیث اور فقہ میں مہارت، حسب و نسب صفات و خصوصیات، امتیازات و کمالات، تقویت و طریقہ تربیت، مجتہدانہ طرز تعلیم اور علالت و وفات کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ الفصل الثانی میں "شيوخه وتلاميذه" کے تحت علامہ کے اساتذہ و تلامذہ، شیوخ اور ان کے علمی مقام اور دینی خدمات کا ذکر ہے، اور الفصل الثالث میں "ثقافته، مؤلفاته، مناقشته العلمية مع أقرانه" کے زیر عنوان علامہ کی تصنیفات و تالیفات، ان کی علمی حیثیت اور علامہ کی دینی، اصلاحی، ثقافتی اور دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے علامہ عبد الحی فرنگی محلی کی سیرت و شخصیت کا انتخاب کر کے یہ اہم کتاب (مقالہ) لکھ کر اپنے علم و تحقیق کا ثبوت دیا۔ امید ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس عہد اور نسل کے طالبان علم و دین اور فارغین مدارس اور راسخین فی العلم کے دل میں ان کی تقلید کا جذبہ اور خدمت علم و دین کا ولولہ اور عالی حوصلگی و بلند ہمتی پیدا ہوگی اور کتاب سے دینی، علمی، تعلیمی اور تربیتی حلقوں میں پورا فائدہ اٹھایا جائے گا۔

نام کتاب : تذکرۃ الامین
مؤلف : محمد کاظم
ناشر : مولانا شبیر احمد ندوی
صفحات : ۱۱۱ ۔ سائز : ۱۸×۲۲/۸ ۔ قیمت : ۳۰ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳۳ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا سید محمد امین صاحب نصیر آبادیؒ اپنے زمانے کے ایک عظیم داعی، مصلح اور بڑے عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے رائے بریلی، پرتاپ گڈھ، اعظم گڈھ جونپور وغیرہ میں غمائد کی بڑی اصلاح ہوئی۔ اور اخلاق و معاشرہ کی درستی وجود میں آئی۔

زیر نظر کتاب میں مولانا کی سیرت، ان کے خاندانی حالات، اخلاق و عادات اور ان کی دینی اصلاحی، دعوتی اور تبلیغی خدمات کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ جناب محمد کاظم صاحب نے کیا ہے۔

یہ کتاب دعوت و ارشاد کے کاموں میں لگے ہوئے افراد کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔

خداوند قدوس اس کتاب کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نفع پہونچائے۔ اور پڑھنے والوں کے ذہن میں اصلاح کا جذبہ پیدا ہو، اور اس کے ساتھ دعوت کا بھی۔

بقیہ :- درس حدیث

دینے کی نیت نہیں تو یہ نہ معاف ہوگا، آپؐ نے فرمایا یہ ہم کو حضرت جبرئیلؑ نے بتایا ہے۔

شیخ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اسی طرح سے دوسرے حقوق العباد کا معاملہ بھی ہوگا کہ وہ نہ معاف ہوگا۔" فرض کا ذکر فرما کر آپؐ نے سارے حقوق العباد کی طرف اشارہ کر دیا کہ جہاد و شہادت سے صرف حقوق اللہ معاف ہوں گے۔